جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

ہجرت ۱۳۸۶ھش
مئی ۲۰۰۷ء

خلافت نمبر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ

القران الحکیم ۲۴:۵۶

Ahmadiyya Muslim Mosque, Masjid Nasir, Republiek Suriname, South America

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)

النــــور

مئی 2007

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ۙ (المدثر 6:74)

اور شرک کو مٹا ڈال۔ (ترجمہ: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ)

اور جہاں تک ناپاکی کا تعلق ہے تو اس سے کلیّۃً الگ رہ۔ (ترجمہ: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

(نوٹ: اور یوں یہ آیت دو حکم اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔) (700 احکامِ خداوندی صفحہ 46)

قرآن کریم

هُوَالَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۝

(الصّف:10)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیتہً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

هُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۝ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ۝

(سورة الجمعة:3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں ایک عظیم رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

كُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اٰمَنَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ لَكَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۝

(ال عمران:111)

تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدے کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا ان میں مومن بھی ہیں مگر اکثر ان میں سے فاسق لوگ ہیں۔

احادیث مبارکہ

عَنْ حُذَیْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَتَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّةً فَیَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَکَتَ۔

(مسند احمد صفحہ 273/4 مشکوٰۃ باب الانذار و التحذیر)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذاء رساں بادشاہت قائم ہوگی (جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے) جب یہ دور ختم ہوگا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دَور کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

قَالَ عَلِیٌّ اِنِّیْ لَمْ اَرَزَ مَانًا خَیْرَ الْعَامِلِ مِنْ زَمَانِکُمْ ھٰذَا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ زَمَانٌ مَعَ نَبِیٍّ۔

(مسند احمد صفحہ 27/3، حدیقۃ الصالحین صفحہ 806)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تمہارے اس زمانہ سے بہتر زمانہ اچھے اثرات کے لحاظ سے مجھے نظر نہیں آتا البتہ اگر کوئی نبی آئے تو اس کے زمانہ کی برکات کی اور بات ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مُبَارَکَةٌ لَایُدْرٰی اَوَّلُھَا اَوْ اٰخِرُھَا۔

(جامع الصغیر صفحہ 54/1 مصری۔کنز العمال صفحہ 202/7، حدیقہ الصالحین)

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت ایک مبارک امت ہے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کا اوّل زمانہ بہتر ہے یا آخری یعنی دونوں زمانے شان و شوکت والے ہوں گے۔

برکاتِ خلافت

”تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

”چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اس غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔ پس جو خلافت کو تیس برس تک جانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہ تھا کہ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد صرف تیس سال تک خلافت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں رکھنا ضروری ہے پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔“

(شھادۃ القرآن)

”یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہے ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

(المجادلہ:22)

اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی محبت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اس طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی کو ظاہر کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔“

(الوصیت صفحہ 7,6)

نیز فرماتے ہیں:

’’سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھادے سو اب ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔‘‘

(الوصیت صفحہ7)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ارشادات

’’خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے‘‘

’’چونکہ خلافت کا انتخاب عقل انسانی کا کام نہیں عقل نہیں تجویز کر سکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں کس میں قوت انسانیت کامل طور پر رکھی گئی ہے اس لئے جناب الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ’’وعداللّٰہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض‘‘ خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ255)

’’خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں، تم اس بکھیڑے میں کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے۔ اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے پس جب میں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔‘‘

(بدر 4جولائی1912)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات

’’خدا تعالیٰ نے پھر اپنے فضل سے مسلمانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ میں خلافت قائم کی ہے‘‘

’’اس لئے میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو اور خلافت کے قیام کیلئے قربانیاں کرتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ قائم رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہی اس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اُسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا اگر تم چاہتے تو یہ چیز تم میں قائم رہتی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے یہ کہا کہ اگر تم خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اُسے قائم رکھوں گا گویا اس نے تمہارے منہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدنظر نہ رکھو تو تم اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ پس مسلمانوں کی تباہی کے اسباب پر غور کرو اور اپنے آپ کو موت کا شکار ہونے سے بچاؤ۔ تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں۔ اور تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں تم وہ چٹان نہ

بنو جو دریا کے رُخ کو پھیر دیتی ہے بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم وہ چینل بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گزارتی ہے۔ تم ایک ٹنل ہو۔ جس کا کام یہ ہے کہ وہ فیضان الٰہی جو رسول کریم ﷺ کے ذریعہ حاصل ہؤا اسے آگے چلاتا چلا جائے۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی اور اگر تم اس فیضان الٰہی کے راستے میں روک بن گئے اس کے راستے میں پتھر بن کر کھڑے ہو گئے تو وہ تمہاری قوم کی تباہی کا وقت ہوگا۔ پھر تمہاری عمر کبھی لمبی نہیں ہوگی اور تم اسی طرح مر جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں مریں۔"

(تفسیر کبیر جلد نمبر5صفحہ120,119)

"تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھتے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی۔۔۔ بے شک افراد مریں گے مشکلات آئیں گی۔ تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہوگی بلکہ دن بدن بڑھے گی اس وقت تم میں سے کسی کا مرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں تم میں سے اگر ایک مارا جائے تو اس کے بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔"

(درس القرآن صفحہ73)

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں لوگوں کا خیال تھا کہ ان کی زندگی تک یہ سلسلہ ہے لیکن جب وہ فوت ہو گئے تو پھر بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے متعلق لوگ کہنے لگے وہ بڑے عالم ہیں ان پر سلسلہ کا دارومدار ہے۔ لیکن جب وہ فوت ہو گئے تو ان کے بعد سلسلہ اور بھی بڑھا اس طرح ہمارے بعد بھی یہ سلسلہ بڑھتا جائے گا جب تک نظام قائم رہے گا اور جماعت میں اطاعت کا مادہ رہے گا لیکن جب لوگ نظام کو توڑیں گے تو پھر خدا کی سنت ہے کہ وہ برکتیں اٹھا لیتا ہے ہاں خدائی سلسلے آدمیوں پر نہیں ہؤا کرتے وہ خدا کے منشاء کے مطابق قائم ہوتے ہیں۔"

(الفضل29نومبر1927)

"خلافت کے تو معنی ہی ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں اور سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم یا وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائگاں تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 24جنوری1936الفضل 31جنوری1936)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

"درحقیقت خلافت اسلام کی ان برکات کے تسلسل کا نام ہے جو مہدی موعود علیہ السلام دوبارہ دنیا میں لائے تھے"

"ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جائے تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ خلیفہ بنا لیتے لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقصان نہیں وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چُنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو چُن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔" (الفضل 17مارچ1967)

''درحقیقت خلیفہ کسی دنیاوی انجمن کا سربراہ نہیں ہوتا۔ اُس کا انتخاب خدا خود کرتا ہے اور وہ خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ کی طرح ہوتا ہے اس کے ذریعہ آسمانی مقصد اور آسمانی اسکیم کی دنیا میں نمائندگی ہوتی ہے۔ یادرکھو! احمدیت کوئی انسانوں کی ازخود بنائی ہوئی کلب نہیں ہے یہ ایک جماعت ہے اور جماعت بھی ایسی جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے خودرکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی رہنمائی کرتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتاً تمام روشنی کا منبع ہے۔ اس جماعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور قرآن کی عظمت اور شان وشوکت کو دوبارہ قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ یہی جماعت انسانیت کی امیدوں کا مرجع اور اس کے درخشندہ مستقبل کی ضامن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کی دوسری تجلی اگرچہ خلیفۃ المہدی المعہود تو نہیں ہوتا۔ لیکن وہ المہدی المعہود کا جانشین ضرور ہوتا ہے۔ اس کا آنا اس وقت ہوتا ہے جب مسیح الموعود المہدی المعہود کا وصال ہو جائے یہ بات تو واضح ہے کہ مہدی علیہ السلام جسمانی طور پر ہمیشہ تو اس دنیا میں نہیں رہ سکتے تھے۔ لیکن خلافت رہ سکتی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی درحقیقت خلافت اسلام کی ان برکات کے تسلسل کا نام ہے جو مہدی موعودؑ دوبارہ دنیا میں لائے تھے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17اپریل1970 بمقام لیگوس، نائیجیریا)

''آنحضرت ﷺ کے عظیم روحانی فرزند اور آپ کے حقیقی جانشین حضرت مسیح موعودؑ نے بارہا فرمایا کہ ناکامی میرے خمیر میں نہیں ہے۔ خلافت احمدیہ بھی چونکہ قدرت ثانیہ ہے اور آپ کا ظل ہے اور آپ کی نیابت میں آپ کے مشن کی تکمیل کی ضامن ہے اس لئے آپ کے خلفاء کے خمیر میں بھی ناکامی نہ تھی اور نہ ہے۔۔۔ تاریخ شاہد ہے کہ 1914 سے لے کر 1967 تک وہ شاندار کام ہوئے اور اسلام کو وہ شاندار ترقیات نصیب ہوئیں کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کا جب وصال ہؤا تو بعض لوگوں نے سمجھا کہ بس اب خلافت احمدیہ باہمی نزاع کی نظر ہو کر رہ جائے گی۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت مصلح موعودؓ کے حسن تربیت کا نتیجہ تھا کہ خلافت ثالثہ کا انتخاب ایسے پرامن طریق پر عمل میں آیا کہ دشمنوں کی ساری اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔''

(الفضل 17اگست1971)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

''آئندہ انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔
جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے کوئی بدخواہ اب خلافت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا''

''آپ یاد رکھیں اگر خلیفۃ المسیح سے آپ کی بیعت سچی ہے اگر خلیفۃ المسیح پر آپ کا اعتماد ہے آپ جانتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور آج دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی نمائندگی کا اس کو حق حاصل ہے تو پھر اپنے فیصلوں اور اپنی آراء کو اس کی رائے پر اس کے فیصلے پر کبھی ترجیح نہ دیں۔ اگر آپ نے کبھی ترجیح دی تو حبل اللہ سے آپ کا ہاتھ چھوٹ جائے گا اور قرآن کریم کی یہ آیت واعتصموا بحبل اللہ جمیعا آپ کو حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دے گا۔ آپ مشورہ دیتے ہیں اور مشورہ میں تقویٰ ضروری ہے اور بسا اوقات ایک ناتجربہ کار آدمی تقویٰ پر مبنی مشورہ بھی دیتا ہے اور وہ مشورہ قابل قبول نہیں ہوتا۔ اس لئے آخری فیصلہ دین میں نبی اور نبی کے بعد خلیفہ کے ہاتھ میں رکھا گیا ہے۔''

(بحوالہ احمدیہ گزٹ امریکہ صفحہ54سن1983)

''میں آئندہ آنے والے خلیفہ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر کے مظاہرے کرنا اور دنیا کی کسی طاقت سے خوف نہیں کھانا وہ خدا جو دنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا اور دنیا سے ان کے نشان مٹا دے گا جماعت احمدیہ نے

بہر حال فتح کے بعد ایک فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی۔‘‘

(خطبہ برموقعہ پہلا یوروپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ فرمودہ29جولائی 1983)

’’ذات باری کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے یہ بڑے عجیب نمونے ہیں ربوہ کی ایک ایک گلی گواہ ہے بڑے سے بڑا ابتلاء آیا اور گزر گیا اور جماعت کو کوئی زخم نہیں پہنچ سکا اور جماعت بڑی قوت سے خلافت کے اتحاد پر قائم رہی۔۔۔یہ وہ آخری بڑے سے بڑا ابتلا تھا جس کا جماعت نے بڑی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔آئندہ انشاءاللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے کوئی بدخواہ اب خلافت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا اور جماعت اس شان سے ترقی کرے گی خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی۔‘‘

(خلاصہ خطبہ18جون1982)

’’خلافت احمدیہ کی طاقت کا راز دو باتوں میں نظر آتا ہے ایک خلیفہ وقت کے اپنے تقویٰ اور ایک جماعت احمدیہ کے مجموعی تقویٰ میں۔جماعت کا جتنا تقویٰ من حیث الجماعت بڑھے گا احمدیت میں اتنی ہی زیادہ عظمت اور قوت پیدا ہوگی۔خلیفہ وقت ذاتی تقویٰ میں جتنا ترقی کرے گا اتنی ہی اچھی قیادت اور سیادت جماعت کو نصیب ہوگی یہ دونوں چیزیں بیک وقت ایک ہی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ترقی کرتی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ25جون1982)

’’سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتے کیونکہ خلیفہ کا تعلق خدا کی پسند سے ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل12اپریل1993)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات

’’یہ دورِ خلافت آپ کی نسل در نسل اور بے شمار نسلوں تک چلے جانا ہے انشاءاللہ بشرطیکہ آپ میں نیکی اور تقویٰ قائم رہے۔‘‘

خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں

جان سے پیارے احباب جماعت!

’’۔۔۔ہمارا رب کتنا پیارا ہے جس نے اس زمانہ میں حضرت مسیح الزمان کو دنیا کی اصلاح اور اسلامی شریعت کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے مبعوث فرمایا اور اس عظیم مقصد کو مستقل طور پر جاری رکھنے کیلئے ایسی قدرت ثانیہ کا وعدہ فرمایا جو دائمی اور قیامت تک جاری رہنے والی ہے۔اور ہر خلیفہ کی وفات پر دوسرے خلیفہ کے ذریعہ مومنوں کے خوف کی حالت کو امن میں بدلنے والی ہے۔سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔‘‘

(الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ305-306)

''یادرکھیں وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔وہ آج بھی اپنے مسیح سے کیے ہوئے وعدوں کو اسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح وہ پہلی خلافتوں میں کرتا رہا ہے اور انشاء اللہ نوازتا رہے گا، پس ضرورت ہے تو اس بات کی کہ کہیں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کر کے خود ٹھوکر نہ کھا جائے اپنی عاقبت خراب نہ کر لے۔پس دعائیں کرتے ہوئے اور اس کی طرف جھکتے ہوئے اور اس کا فضل مانگتے ہوئے ہمیشہ اس کے آستانہ پر پڑے رہیں اور اس مضبوط کڑے کو ہاتھ میں ڈالے رکھیں تو پھر کوئی بھی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطباتِ مسرور جلد2صفحہ354)

''یہ قدرت ثانیہ یا خلافت کا نظام اب انشاء اللہ قائم رہنا ہے اور اس کا آنحضرت ﷺ کے خلفاء کے زمانہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اگر یہ مطلب لیا جائے کہ وہ تیس سال تھی تو وہ تیس سالہ دور آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق تھا۔اور یہ دائمی دور بھی آپؐ کی ہی پیشگوئی کے مطابق ہے۔قیامت کے وقت تک کیا ہونا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن یہ بتادوں کہ یہ دورِ خلافت آپ کی نسل در نسل اور بے شمار نسلوں تک چلے جانا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بشرطیکہ آپ میں نیکی اور تقویٰ قائم رہے۔''

(خطبہ جمعہ 27مئی2005)

''یہ خدا تعالیٰ کا بے شمار فضل اور احسان ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق حضور رحمہ اللہ کی وفات پر جو خوف کی حالت پیدا ہوئی اس کو امن میں بدل دیا اور اپنے ہاتھ سے قدرت ثانیہ کو جاری فرمادیا۔پس دعائیں کرتے ہوئے آپ میری مدد کریں کیونکہ ایک ذات اس عظیم الشان کام کا حق ادا نہیں کرسکتی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد فرمایا ہے۔دعائیں بکثرت کریں اور ثابت کردیں کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی قدرتِ ثانیہ اور جماعت ایک ہی وجود ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔

قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کیلئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کیلئے ایک ڈھال ہے۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'جس طرح وہی شاخ پھل لاسکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کرسکتی جو درخت سے جدا ہو۔اس طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کرسکے گا جتنا بکری کا بکروٹا'

پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہوجائیں۔اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور وابستگی کی توفیق عطا فرمائے۔''

(لندن 11مئی2003الفضل انٹرنیشنل23مئی2003)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں
اَلْاَماں ایسے گماں سے اَلْاَماں

ہے تعجب آپ کے اس جوش پر
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر

کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب!
پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب

کیا یہی تعلیمِ فرقاں ہے بھلا
کچھ تو آخر چاہیئے خوفِ خُدا

مومنوں پر کُفر کا کرنا گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں؟

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیںؐ

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِؐ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فِدا

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

سخت شورے او فتاد اندر زمیں
رحم کُن بر خَلْق اے جاں آفریں

کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

خطبہ جمعہ

وقف جدید کے نئے مالی سال کا اعلان

پاکستان میں قربانیوں کے معیار بہت بڑھ گئے ہیں غریبوں کا جذبہءقربانی جیت گیا ہے۔ مجموعی طور پر اللہ کے فضل سے جماعت نے 22لاکھ 25ہزار پاؤنڈز کی قربانی پیش کی ہے

ہر دینے والا جب اس نیت سے دیتا ھے کہ مَیں دین کی خاطر دے رھا ھوں تو اس نے اپنا ثواب لے لیا۔

خطبہ جمعہ ارشادفرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
12 جنوری 2007 بمطابق 12 صلح 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(البقرة2:275)

آج میں وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کروں گا۔ عموماً جنوری کے پہلے ہفتہ میں پہلے جمعہ میں اس کا اعلان ہوتا ہے یا بعض دفعہ دسمبر میں بھی ہوتا رہا۔ سفر پر ہونے کی وجہ سے مَیں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ واپس جا کر انشاءاللہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آج توفیق دے رہا ہے۔

وقفِ جدید کی تحریک بھی جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں حضرت مصلح موعودؓ کی جاری کردہ تحریک ہے جس کو 1957 میں حضرت مصلح موعودؓ نے جاری فرمایا تھا اور صرف پاکستان کے احمدیوں کے لئے یہ تحریک تھی۔ پاکستان سے باہر کے احمدیوں میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے اس میں حصہ لینا چاہتا تھا تو لے لیتا تھا۔ خاص طور پر اس بارے میں تحریک نہیں کی جاتی تھی کہ وقفِ جدید کا چندہ دیا جائے۔ اُس وقت جب یہ جاری کی گئی تو حضرت مصلح موعودؓ کی نظر میں پاکستان کی جماعتوں کے لئے دو خاص مقاصد تھے۔ آپؓ نے جب یہ وقف جدید کی انجمن بنائی تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ممبر مقرر فرمایا۔ اور آپ کو جو ہدایات دیں وہ خاص طور پر دو باتوں پر زور دینے کے لئے تھیں۔ ایک تو یہ کہ پاکستان کی دیہاتی جماعتوں کی تربیت کی طرف توجہ دی جائے جس میں کافی کمزوری ہے اور دوسرے ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا کام خاص طور پر سندھ کے علاقہ میں بہت بڑی تعداد ہندوؤں کی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو بڑی فکر تھی

کہ دیہاتی جماعتوں میں تربیت کی بہت کمی ہے۔ خاص طور پر بچوں میں اور اکثریت جماعت کے افراد کی دیہاتوں میں رہنے والی ہے اور اگر ان کی تربیت میں کمی ہوگی تو پھر آئندہ بہت ساری خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب مجھے وقفِ جدید کا ممبر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ سارا جائزہ لو کہ تربیت کی کیا صورتحال ہے۔ تو کہتے ہیں کہ جب مَیں نے جائزہ لیا تو تربیت اور دینی معلومات کے بارے میں انتہائی بھیانک صورت حال سامنے آئی کہ بچوں کو سادہ نماز بھی نہیں آتی تھی اور تلفظ کی غلطیاں اتنی تھیں کہ کلمہ بھی صحیح طرح نہیں پڑھ سکتے تھے۔ حالانکہ کلمہ بنیادی چیز ہے جس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا۔ بہرحال اُس وقت پاکستان میں ان معلمین کے ذریعہ جن کو معمولی ابتدائی ٹریننگ دے کر میدان عمل میں بھیج دیا جاتا تھا وقف جدید نے ان دو اہم کاموں کو سرانجام دینے کا بیڑا اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی محنت اور قربانی کے جذبے سے اس کام کو سرانجام دیا۔

سندھ میں ہندوؤں کے علاقے میں تبلیغ کا کام ہوا۔ یہ بھی بہت مشکل کام تھا۔ یہ ہندو جو تھروں میں وہاں کے رہنے والے تھے۔ وہاں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے مزدوری کے لئے سندھ کے آباد علاقہ میں آیا کرتے تھے تو یہاں آ کر مسلمان زمینداروں کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ اسلام کے نام سے بھی گھبراتے تھے۔ غربت بھی عروج پر تھی۔ بڑی بڑی زمینیں تھیں پانی نہیں تھا اس لئے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ آمد نہیں تھی اور اسی غربت کی وجہ سے مسلمان زمیندار جن کے پاس یہ کام کرتے تھے انہیں تنگ کیا کرتے تھے اور ان سے بیگار بھی لیتے تھے۔ یا اتنی معمولی رقم دیتے تھے کہ وہ بیگار کے برابر ہی تھی۔ اسی طرح عیسائی مشنوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے تو ان کی غربت کا فائدہ اٹھا کر عیسائیوں نے بھی ان کو امداد دینی شروع کی اور اس کے ساتھ تبلیغ کر کے لالچ دے کر عیسائیت کی طرف ان ہندوؤں کو مائل کرنا شروع کیا تو یہ ایک بہت بڑا کام تھا جو اس زمانے میں وقف جدید نے کیا اور اب تک کر رہی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بڑے سالوں کی کوششوں کے بعد اس علاقے میں احمدیت کا نفوذ ہونا شروع ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس وقت وقف جدید کے ناظم ارشاد تھے بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں کامیابیاں ہونی شروع ہوئیں تو مولویوں نے ہندوؤں کے پاس جا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم یہ کیا غضب کر رہے ہو۔ احمدی ہونے سے تو بہتر ہے کہ ہندو ہی رہو۔ ایک خدا کا نام پکارنے سے تو بہتر ہے کہ مشرک ہی رہو۔ یہ مسلمان کا حال ہے تو بہر حال ان سب مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بڑا فضل فرمایا، تھر کے علاقہ مٹھی اور نگر پارکر وغیرہ میں، آگے بھی جماعتیں وغیرہ قائم ہونی شروع ہوئیں، ماشاء اللہ اخلاص میں بھی بڑھیں ان میں سے واقف زندگی بھی بنے اور اپنے لوگوں میں تبلیغ کر کے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو متعارف کروایا اس کا پیغام پہنچاتے رہے جب ربوہ میں جلسے ہوتے تھے تو جلسے پر یہ لوگ ربوہ آیا کرتے تھے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ انتہائی مخلص اور بڑے اخلاص و وفا میں ڈوبے ہوئے لوگ تھے۔ اب تو ماشاء اللہ ان لوگوں کی اگلی نسلیں بھی احمدیت کی گود میں پلی بڑھی ہیں اور اخلاص میں بڑھی ہوئی ہیں، بڑی مخلص ہیں۔ شروع زمانے میں وسائل کی کمی کی وجہ سے وقف جدید کے معلمین جنہوں نے میدان عمل میں کام کیا وہ بڑی تکلیف میں وقت گزارا کرتے تھے۔ ان علاقوں میں طبی امداد کی، میڈیکل ایڈ (Medical Aid) کی سہولتیں بھی نہیں تھیں۔ اس لئے اپنے لئے بھی اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کے لئے بھی کچھ دوائیاں ایلوپیتھی وغیرہ ساتھ رکھا کرتے تھے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں موبائل ڈسپنسری ہے دیہاتوں میں جاتی ہے، میڈیکل کیمپ بھی لگتے ہیں۔ باقاعدہ کوالیفائڈ (Qualified) ڈاکٹر وہاں جاتے ہیں اسی طرح جماعت نے مٹھی میں ایک بہت بڑا ہسپتال بنایا ہے۔ اس میں آنکھوں کا ایک ونگ بھی ہے۔ تو وقف جدید کی تحریک میں پاکستان کے احمدیوں نے اپنی تربیت اور تبلیغ کے لئے اُس زمانے میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں اور اللہ کے فضل سے اب تک کر رہے ہیں اور کام میں بھی اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ اور کام بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح جماعت پر فضل فرما رہا ہے یہ تو بڑھتا ہی رہتا ہے۔

جہاں تک پاکستان کا سوال ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستانی احمدیوں نے اپنے اخراجات تو آپ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن 1985 میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے وقف جدید کی تحریک کو یعنی مالی قربانی کی تحریک کو ساری دنیا پہ پھیلا

دیا تا کہ دنیا میں جو احمدی آباد ہیں خاص طور پر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں ان کے چندوں سے ہندوستان میں بھی وقف جدید کے نظام کو فعال کیا جائے اور وہاں زیادہ سے زیادہ تربیت وتبلیغ کا کام کیا جائے۔ اور جس علاقے میں خلافت ثانیہ کے دور میں کسی زمانے میں شدھی کی تحریک چلی تھی اور جس کے توڑ کے لئے جماعت نے اس وقت بڑے عظیم کام کئے تھے بڑی قربانیاں دی تھیں اس علاقے میں رہ کر تبلیغ کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1985 میں فرمایا تھا کہ اس علاقے میں دوبارہ تشویشناک صورتحال ہے اس لئے ہندوستان کی جماعتوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور وسیع منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اور اخراجات کے لئے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ باہر سے رقم آجائے گی۔ اس لئے پھر جیسا کہ مَیں نے کہا باہر کی جماعتوں میں بھی وقف جدید کی یہ تحریک جاری کی گئی تا کہ باہر کی جماعتیں بھی اس نیک کام میں ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال وقف جدید میں بھی باقی چندوں کی طرح اضافہ ہو رہا ہے۔ جوں جوں اللہ تعالیٰ کام میں وسعت دے رہا ہے جتنا جتنا کام پھیل رہا ہے اخراجات بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا فرما رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت کے بڑی تیزی سے ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں اور اس لحاظ سے ضروریات بھی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فضل فرما رہا ہے ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ لیکن ہمیں اس طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ہم بھی ان مالی قربانیوں میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت پر بھی انفرادی طور پر بہت فضل ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کی طرح اپنی قربانیوں کی طرف بھی خاص توجہ رکھیں تا کہ جو کمزور جماعتیں ہیں ہم ان کی مدد کر سکیں۔ ہندوستان کی نئی جماعتیں بھی ہیں اور افریقہ کی جماعتیں بھی ہیں جو بہت معمولی مالی وسعت رکھتی ہیں۔ گو کہ قربانی کی کوشش کرتی ہیں لیکن جتنی بھی ان کی وسعت ہے اس لحاظ سے اپنے حالات کے لحاظ سے تو ان کی مدد کرنے کے لئے، تربیت وتبلیغ کے لئے ان کی قربانیوں میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے اس لئے بیرونی جماعتیں یا ان مغربی ملکوں کی جماعتیں جن کی کرنسی مضبوط ہے، انہیں خدمتِ دین اور دین کی مدد کے جذبے کے تحت ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے چلے جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کرنے والوں کو اپنے فضلوں کو حاصل کرنے والا بتایا ہے۔ جو آیت مَیں نے تلاوت کی اس میں بھی یہی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا جو اجر ہے وہ میرے پاس ہے اور جس کو مَیں نے اجر دینا ہے اس کو اس بات کا خوف بھی نہیں ہونا چاہئے کہ چندے دے کر ہمارا کیا بنے گا ہماری اَور مالی ضروریات ہیں۔ یہ خیال بھی تمہیں کبھی نہیں آنا چاہئے کہ مالی قربانیوں سے تمہارے مالوں میں کچھ کمی ہوگی۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں ان لوگوں کو کہ جو میری خاطر قربانیاں دیتے ہیں، سات گنا تک بڑھا کر بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر دیتا ہوں۔ پس کسی غم اور خوف کا تو سوال ہی نہیں ہمیشہ ہر احمدی کو مالی قربانیوں میں آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت اور اخلاص کا کام ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے محبت اور رسولؐ سے محبت کا تقاضا ہے کہ قربانی میں ہمارے قدم ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں ہم شامل ہوئے ہیں تو اس محبت اور اخلاص کا تقاضا ہے کہ اصلاح اور تربیت کے لئے جب مالی قربانی کی ضرورت پڑے تو ہر احمدی ہمیشہ اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے قربانی میں آگے سے آگے بڑھتا رہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں ان لوگوں کو جو میری خاطر قربانیاں دیتے ہیں سات گنا تک بڑھا کر بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر دیتا ہوں۔ پس کسی غم اور کسی خوف کا تو سوال ہی نہیں ہے ہمیشہ ہر احمدی کو مالی قربانیوں میں آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اسی طرح جو مختلف ملکوں کے نومبائعین ہیں انہیں بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہماری ضرورتیں باہر کی جماعتیں پوری کریں گی۔ ہر جماعت نے اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونا ہے تا کہ تربیت وتبلیغ کے دوسرے منصوبوں پہ توجہ دی جائے۔ جماعت کی ترقی کے دوسرے منصوبوں پر توجہ دی جائے جن کے لئے بہت سے

اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج کل کے اس ترقی یافتہ دور میں جب ایک طرف ایجادات کی ترقی ہے تو ساتھ ہی اخلاقی گراوٹ کی بھی انتہا ہو چکی ہے۔ اپنی نسلوں کو اس سے بچانے اور دنیا کو صحیح راستہ دکھانے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اُس وقت محسوس کیا تھا کہ تربیت کی بہت ضرورت ہے آج کل بھی کافی تعداد کے لئے اور جو نو مبائعین آ رہے ہیں ان کے لئے جس وسیع پیمانے پر ہمیں منصوبہ بندی کرنی چاہیئے سو ہم نہیں کر سکتے۔ اس میں بہت سی وجوہات ہیں اور ایک بڑی وجہ مالی وسائل کی کمی بھی ہے۔ گو کہ ہم جتنا کام پھیلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کام پورا کرتا ہے لیکن جب وہاں تک پہنچتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ اس سے زیادہ بھی کر سکتے ہیں۔ اگر ہر جگہ معلم بٹھائیں اور بہت سارے افریقن ممالک ہیں ہندوستان کی بعض جماعتیں ہیں جہاں بجلی کا انتظام نہیں ہے وہاں بجلی کا انتظام کر کے ایم ٹی اے مہیا کریں جو ایک تربیت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور اسی طرح کی اور منصوبہ بندی کریں تو اس کے لئے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔

جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوشش کرتی ہے کہ کم از کم وسائل کو زیر استعمال لا کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ یہ معاشیات کا سادہ اصول ہے۔ اور دوسری دنیا میں تو پتہ نہیں اس پر عمل ہو رہا ہے کہ نہیں لیکن جماعت اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور کرنی چاہیئے۔ جو بھی جماعتی عہدیدار منصوبہ بندی کرنے والے یا کام کرنے والے یا رقم خرچ کرنے والے مقرر کئے گئے ہوں ان کو ہمیشہ اس کے مطابق سوچنا چاہیئے اور منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ بعض دفعہ بے احتیاطیاں بھی ہو جاتی ہیں اس لئے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جو ذمہ دار افراد ہیں وہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کریں کہ جماعت کا ایک ایک پیسہ با مقصد خرچ ہونا چاہیئے۔ جماعت میں اکثریت ان غریب لوگوں کی ہے جو بڑی قربانی کرتے ہوئے چندے دیتے ہیں۔ اس لئے ہر سطح پر نظام جماعت کو اخراجات کے بارے میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ ہر پیسہ جو خرچ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی پر خرچ ہو۔ جب تک ہم اس روح کے ساتھ اپنے اخراجات کرتے رہیں گے ہمارے کاموں میں اللہ تعالیٰ بے انتہا برکت ڈالتا رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تک جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہے کہ جہاں کسی کام پر دوسروں کا ایک ہزار خرچ ہو رہا ہو وہاں جماعت کا ایک سو خرچ کر کے وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو جب تک اس طرح جماعت احتیاط کے ساتھ خرچ کرتی رہے گی برکت بھی پڑتی رہے گی۔ جہاں قربانیاں کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی قربانیاں تمام قسم کی بدظنیوں سے بالا ہو کر پیش کریں گے اور جماعت کے افراد اسی سوچ کے ساتھ کرتے ہیں ان کو پتہ ہے کہ خرچ کرنے والے احتیاط سے خرچ کرنے والے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں چند ایک ہی ہیں جو مالی لحاظ سے بہت وسعت رکھتے ہیں لیکن چندے اس معیار کے نہیں دیتے اور یہ باتیں کرتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ جماعت کے پاس تو بہت پیسہ ہے اس لئے جماعت کو چندوں کی ضرورت نہیں ہے جو ہم دے رہے ہیں ٹھیک ہے۔ جماعت کے پاس بہت پیسہ ہے یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے پیسے میں جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ برکت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے معترضین اور مخالفین کو بھی یہ بہت نظر آتا ہے۔ معترضین تو شاید اپنی بچت کے لئے کرتے ہیں اور مخالفین کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی کئی گنا کر کے دکھا رہا ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ برکت ڈالتا ہے اور بے انتہا برکت ڈالتا ہے۔ مَیں نے یہاں بعض اپنوں کا ذکر کیا تھا جو کہتے ہیں کہ پیسہ بہت ہے اس لئے یہ بھی ہونا چاہیئے اور یہ بھی ہونا چاہیئے اور خود ان کے چندوں کے معیار اتنے نہیں ہوتے۔ عموماً جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی منصوبہ بندی سے خرچ کرتی ہے۔ اس لئے ایسی باتیں کرنے والے بےفکر رہیں اور چندہ نہ دینے کے بہانے تلاش کرنے کی بجائے اپنے فرائض پورے کریں۔ چندوں کی تحریک تو ہمیشہ جماعت میں ہوگی، ہوئی اور ہوتی رہے گی کہ ایمان میں مضبوطی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جیسا حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہمیں بتایا ہے۔ دنیا کی تمام منصوبہ بندیوں میں مال کی ضرورت پڑتی ہے اس کا بہت زیادہ دخل ہے، اور یہ منصوبہ بندی جس میں مال دین کی مضبوطی کے لئے خرچ ہو رہا ہو اور جس کے خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دے رہا ہو کہ تمہارے خوف بھی دور ہوں

گے اور اجر بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اتنا اجر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں تو اس سے زیادہ مال کا اور کیا بہتر استعمال ہو سکتا ہے۔ ہر دینے والا جب اس نیت سے دیتا ہے کہ مَیں دین کی خاطر دے رہا ہوں تو اس نے اپنا ثواب لے لیا۔ کس طرح خرچ کیا جا رہا ہے اوّل تو صحیح طریقے سے خرچ ہوتا ہے۔ اور اگر کہیں تھوڑی بہت کمزوری ہے بھی تو چندہ دینے والے کو بہرحال ثواب مل گیا۔ اس لئے ہمیشہ ہر وہ احمدی جس کے دل میں کبھی انقباض پیدا ہو وہ اپنے اس انقباض کو دور کرے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی سلطنتیں بھی آخر چندوں پر ہی چلتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی سلطنتیں زور سے ٹیکس لگا کر وصول کرتی ہیں اور یہاں ہم رضا اور ارادے پر چھوڑتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ بندے کی مرضی پر چھوڑ کر پھر اس کا اجر بھی بے حساب دیتا ہے۔ پابند نہیں کر رہا کہ اتنا ضرور دینا ہے۔ چھوڑ بھی بندے کی مرضی پر رہا ہے۔ ساتھ فرما رہا ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا اجر بھی دوں گا۔ صرف یہ ہے کہ خرچ کرنے والے کی نیت نیک ہونی چاہئے۔ اس سے زیادہ سستا اور عمدہ سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ہندوستان کی جماعتوں کو بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو رقمیں تو مہیا ہو جاتی ہیں جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ تربیتی اور تبلیغی پروگراموں میں گنجائش موجود ہے اس لئے جتنا وہاں کام ہونا چاہئے تھا اتنا نہیں ہو رہا اس لئے اس طرف پھر ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ توجہ دیں۔ گزشتہ سال جب قادیان گئے تو توجہ دلانے پر بہتری کی طرف ہل جل تو پیدا ہوئی ہے۔ مالی قربانی کے جو انہوں نے اعداد و شمار بھجوائے ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تربیت کی طرف توجہ ہے۔ اور اسی وجہ سے پھر مالی قربانی کی طرف لوگوں کی توجہ ہوئی ہے۔ وقف جدید میں مالی قربانی کرنے والوں کی تعداد میں اس سال انہوں نے 4 ہزار کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن یہ بات شاید پہلی دفعہ ہے کہ جو بجٹ انہوں نے بنایا تھا اور پچھلے سال سے بڑھ کر بنایا تھا اس بجٹ سے انہوں نے نو مبائعین کے علاقے میں دو لاکھ 30 ہزار زائد وصولی بھی کر لی ہے اور فی کس ادائیگی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ چاہے معمولی اضافہ ہے لیکن ان کے لحاظ سے یہ معمولی اضافہ بھی بہت ہے۔ گو پانچ ساڑھے پانچ روپے کے قریب اضافہ ہے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ چندہ دینے والوں کی اکثریت نو مبائعین یا چند سال پہلے کے بیعت کنندگان کی ہے۔ پس اس طرف مزید توجہ کریں۔

ہندوستان کی جماعتیں ابھی تک اپنے اخراجات کا یعنی وقف جدید پر ہونے والے اخراجات کا تقریباً تین فیصد اپنے وسائل سے پورا کر رہی ہیں۔ یہ مختصر کوائف جو میں نے دیئے ہیں یہ ہندوستان کی جماعتوں کو توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں۔ اسی طرح جو بیعتوں کی تعداد ہے اس حساب سے بھی شمولیت میں بہت گنجائش ہے۔ اگلے سال ہندوستان کو بھی اپنے لئے کم از کم شامل ہونے والوں کا 5 لاکھ کا ٹارگٹ رکھنا چاہئے۔ مجھے اُمید ہے انشاء اللہ دعاؤں اور توجہ سے اس کام میں پڑیں گے تو کوئی مشکل نظر نہیں آئے گی۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے 1985 میں یہ تحریک تمام دنیا کے لئے کر دی تھی اور مقصد ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کرنا تھا۔ اعداد و شمار سے آپ دیکھ چکے ہیں کہ ہندوستان اپنے وسائل سے فی الحال تین فیصد اخراجات پورے کر رہا ہے اور 97 فیصد اخراجات باہر کی دنیا پورے کرتی ہے۔ اور اس میں یورپ اور امریکہ کے بڑے ممالک ہیں۔ اس سال یورپ اور امریکہ کے ممالک کی وقف جدید میں کل وصولی بمشکل ہندوستان کے خرچ پورے کر رہی ہے۔ اور افریقہ کے ممالک کی جماعتوں کے بہت سارے اخراجات دوسری مدّات سے پورے کئے جاتے ہیں۔ تو ان ممالک کو جو مغرب کے ممالک ہیں بھارت اور افریقہ کے وقف جدید کے اخراجات پورے کرنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے اس سوچ کے ساتھ قربانی ہونی چاہئے۔ یہاں گنجائش موجود ہے یہ میں نے جائزہ لیا ہے مَیں ایک دفعہ پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ عموماً یہاں دوسرے اخراجات اور منصوبوں کا عذر کیا جاتا ہے۔ وہاں زیادہ خرچ ہو گیا اور منصوبے شروع ہو گئے اس لئے اس میں اتنی کمی رہ گئی۔

تو یہ جو منصوبے ہیں یا دوسرے اخراجات ہیں یہ پاکستان میں بھی ہیں لیکن وہاں قربانی کے معیار بڑھ رہے ہیں۔ جیسے سپرنگ کو جتنا زیادہ دباؤ اتنا زیادہ وہ اچھل کر باہر آتا ہے۔ اور جو چیز اس پر پڑے اس کو اچھال کر پھینکتا ہے۔ تو احمدیوں کے حالات جتنے بھی وہاں خراب ہوتے ہیں اتنا زیادہ اچھل کر ان کی قربانیوں کے معیار بڑھ رہے ہیں اور باہر آ رہے ہیں۔ اور دوسری دنیا میں جہاں بھی کوئی سختی جماعت پہ آئی وہاں قربانیوں کے معیار بڑھتے ہیں۔ تو مغربی دنیا اس انتظار میں نہ رہیں کہ ضرور حالات خراب ہوں تو ہم نے قربانیاں بڑھانی ہیں

بلکہ اپنے بھائیوں کے لئے قربانیوں کی طرف مزید توجہ دیں۔

ہاں تو مَیں مغربی ممالک کی گنجائش کی بات کر رہا تھا۔ تو سب سے پہلے مَیں کینیڈا کو لیتا ہوں۔ یہاں بھی اکثریت پاکستانی احمدیوں کی ہے اور شاید 20 تا 25 ہزار سے زیادہ تعداد ہے۔ ان پاکستانی احمدیوں کو جو وہاں رہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپ پر ہندوستان کا بہت حق ہے۔ اکثر کی جڑیں وہیں سے شروع ہوتی ہیں۔ کینیڈا میں وقف جدید میں شامل افراد کی تعداد صرف 12862 ہے اور فی کس 40 کینیڈین ڈالرز ہے جبکہ تعداد اور قربانی کی استعداد دونوں میں یہاں یہ گنجائش موجود ہے تو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

پھر جرمنی ہے جس کی فی کس قربانی 15 یورو (Euro) ہے۔ شاملین ماشاء اللہ اچھی تعداد میں ہیں 22 ہزار 500 کچھ بہر حال جرمنی میں بھی اکثریت پاکستانی ہے۔ 15 یورو میرے لحاظ سے کم ہے۔ اس طرف ان کو توجہ کرنی چاہئے۔

امریکہ ہے ان کی ادائیگی ماشاء اللہ اچھی ہے 137 ڈالرز فی کس۔ لیکن وقف جدید میں چندہ دینے کی تعداد میں جو لوگ شامل ہیں ان میں اضافہ کی گنجائش موجود ہے۔

اور اب یو کے والے یہ نہ سمجھیں کہ ان کو بھول گیا ہوں پیش کر دیتا ہوں۔ تحریک جدید کے جو بعض اعداد و شمار میں نے پیش کئے تھے اس کے بعد کچھ ہل جل ہوئی تھی بعض جماعتوں میں بھی اور مرکزی طور پر بھی تو یہاں بھی وقف جدید کا چندہ فی کس 34 پاؤنڈ ہے۔ اگر اس طرح لیں تو مہینے کا تقریباً پونے تین پاؤنڈز اور میرا خیال ہے کہ آپ جو باہر جاتے ہیں تو ایک وقت میں اس سے زیادہ کے چپس وغیرہ اور دوسری چیزیں اپنے بچوں کو کھلا دیتے ہیں۔ اس میں شمولیت کی بھی کافی گنجائش ہے۔ 12024 کی تعداد میں شمولیت اس سے اور زیادہ تعداد بڑھ سکتی ہے۔ میں نے جو ریجنز کا جائزہ لیا ہے اس میں سکاٹ لینڈ ریجن کی شمولیت ماشاء اللہ سب سے اچھی ہے تقریباً 81 فیصد شمولیت ہے۔ نارتھ ایسٹ ریجن کی 78 سے اوپر ہے لیکن یہاں نارتھ ایسٹ میں باقی تو ٹھیک ہے سکنتھروپ والے اکثر ڈاکٹر ہیں ان کی شمولیت بہت کم ہے اور سب سے کم ساؤتھ ریجن میں 54 فیصد شمولیت ہے۔ تو شمولیت کے لحاظ سے کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد وقف جدید میں شامل ہو اور اس میں بچوں کو شامل کریں۔ آگے کوائف مَیں دوبارہ بتاؤں گا بلکہ یہاں مَیں بتا ہی دیتا ہوں۔ اس سے متعلقہ ہی ہیں۔

تحریک جدید میں مَیں نے بریڈفورڈ کو توجہ دلائی ان کے بڑے خط آئے تھے کہ ہم وقف جدید میں اس دفعہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ تو ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کی شمولیت میں بھی لندن مسجد کا جو علاقہ ہے وہ فی کس ادائیگی کے لحاظ سے نمبر ایک پر ہی ہے۔ 62 پاؤنڈز سے اوپر تقریباً 63 پاؤنڈز فی کس ہے۔ اور بریڈفورڈ جنہوں نے بہت دعوے کئے تھے وہ 38 پاؤنڈز پر ہیں۔ اسی طرح برمنگھم بہت ہی نیچے ہے وہاں اچھے بھلے کھاتے پیتے لوگ ہیں بہت بڑھ سکتے ہیں۔ مانچسٹر میں بڑھ سکتے ہیں دوسری جماعت جو اپنے لحاظ سے اچھی قربانی کرنے والی ہے وہ ووسٹر پارک ہے۔

تو یہ اور ہندوستان کے کوائف مَیں نے اس لئے بتائے ہیں کہ آپ لوگوں کو ضرورت کا بھی اندازہ ہو جائے اور اپنی قربانی کا بھی۔ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنا بوجھ نہ ڈالو جو برداشت نہ ہو سکے اور عفو پر عمل کرو یعنی اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھو۔ ان کو پورا کرو۔ لیکن ضروریات کی بھی کوئی حد مقرر ہونی چاہئے اس کے بھی معیار ہونے چاہئیں۔ ورنہ اس زمانے میں جتنا دنیاوی چیزوں کی خواہش کرتے جائیں گے خواہشیں بڑھتی جائیں گی اور قسم قسم کی جو چیزیں بازار میں دیکھتے ہیں وہ آپ کی خواہشات کو مزید بھڑکاتی ہیں تو اس لحاظ سے بھی دیکھنا چاہئے کہ عفو کی تعریف کیا ہے۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ایمانی حالت کی بہتری کے لئے بھی قربانی کی ضرورت ہے تو اپنے بچوں میں بھی اس قربانی کی عادت ڈالیں تا کہ جب وہ بڑے ہوں تو ان کی خواہشات کی جو ترجیحات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی خاطر مالی قربانی سب سے اول نمبر پر ہو۔ اس سے ایک تو شاملین کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گا اور جو عفو کے معیار ہیں وہ ترجیحات بدل جانے سے بدل جائیں گے۔ جو لوگ بچوں کو بھی جب جیب خرچ دیتے ہیں تو ان کو اس میں سے چندہ دینے کی عادت ڈالیں۔ عیدی وغیرہ میں سے چندہ دینے کی عادت ڈالیں ان مغربی ممالک میں مَیں نے اندازہ لگایا ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ بازار سے کھانا برگر وغیرہ جو ہیں اور بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں اور جو مزے کے لئے کھائے جاتے ہیں ضرورت نہیں۔ اگر مہینے میں صرف

دو دفعہ یہ بچا کر وقف جدید کے بچوں کے چندے میں دیں تو اسی سے وصولی میں 25 سے 30 فیصد تک اضافہ ہوسکتا ہے۔

تو وقف جدید کو جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پاکستان میں بچوں کے سپرد کیا تھا۔مَیں بھی شاید پہلے نہیں تو اب یہ اعلان کرتا ہوں کہ باہر کی دنیا بھی بچوں کے سپرد وقف جدید کی تحریک کرے اور اس کی ان کو عادت ڈالے تو بچوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ بہت بڑے خرچ پورے کرلے گی اور یہ کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ جب آپ چھوٹی چھوٹی چیزوں میں سے بچت کرنے کی ان کو عادت ڈالیں گے اسی طرح بڑے بھی کریں اور اگر یہ ہو جائے تو ہندوستان کے اخراجات اور کچھ حد تک افریقہ کے اخراجات بھی پورے کئے جاسکتے ہیں۔

بہرحال اس مختصر تاریخ وقف جدید اور کوائف کے بعد مَیں مجموعی کوائف بھی بتا دیتا ہوں جس میں ملکوں کی پوزیشن ہوگی اور پاکستان کے شہروں کی پوزیشن بھی۔

مجموعی طور پر اللہ کے فضل سے جماعت نے 22 لاکھ 25 ہزار پونڈ کی قربانی پیش کی ہے جو گزشتہ سال کی نسبت 83 ہزار پاؤنڈز زیادہ رہی ہے۔اور اس میں گو کہ مقامی ملکوں کے مطابق قربانیوں کے معیار بڑھے ہیں لیکن پاؤنڈز کے مقابلے میں امریکہ اور پاکستان میں بھی کرنسی کا ریٹ بہت کم ہوگیا ہے۔یعنی ان کی کرنسیوں کے معیار کم ہوگئے ہیں۔

دنیا بھر کی جماعتوں میں ریٹ گرنے کے باوجود پاکستان نمبر ایک پہ ہے۔امریکہ پہلے نمبر ایک پہ ہوتا تھا۔ان کو شاید احساس ہو کہ ہماری کرنسی شاید گری ہے اس لئے ہم دوسرے نمبر پر چلے گئے لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا پاکستان میں قربانیوں کے معیار بہت بڑھ گئے ہیں۔غریبوں کا جذبہ قربانی جیت گیا ہے۔پس پاکستان کے احمدیوں سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ اس جذبے کو جو آپ میں پیدا ہوگیا ہے کبھی مرنے نہ دیں اور ہر مخالفت کی آندھی اس جذبے کو مزید ابھارنے والی ہوتا کہ آپ کی قربانیوں کے معیار بڑھتے چلے جائیں۔

تو مجموعی پوزیشن کے لحاظ سے پاکستان نمبر ایک پہ۔امریکہ نمبر دو پہ، برطانیہ نمبر تین پہ، یہ انہوں نے Maintain رکھا ہوا ہے۔جرمنی نمبر چار پہ کینیڈا پانچ ہندوستان چھ انڈونیشیا سات بلجیم آٹھ، آسٹریلیا نو اور دسویں نمبر پر سوئٹزرلینڈ ہے۔لیکن فرانس بھی تقریباً ان کے قریب ہی ہے معمولی فرق ہے۔ یورپین ممالک میں فرانس میں دعوت الی اللہ کا کام بہت اچھا ہو رہا ہے۔اور انہوں نے دُور کے فرنچ جزائر میں جا کر وہاں بھی تبلیغ کی ہے اور اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔فرانس کو چاہیئے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنے نو مبائعین کو چندوں میں بھی شامل کریں اور ان کو مالی قربانی کی بھی عادت ڈالیں۔بیلجیئم کی بھی چندوں کی طرف توجہ ہو رہی ہے۔

وقف جدید میں شامل ہونے والے افراد 4 لاکھ 92 ہزار سے اوپر ہیں۔اور اس سال 26 ہزار 700 کا اضافہ ہوا ہے۔اس میں بہت گنجائش ہے۔ اگر جماعتیں کوشش کریں تو بہت اضافہ ہوسکتا ہے۔

پاکستان میں کیونکہ اطفال اور بالغان کے دو مقابلے ہوتے ہیں پہلے بڑوں کا ہے۔لاہور کی جماعت اول ہے۔کراچی دوم ہے اور ربوہ سوئم ہے۔اس کے بعد اضلاع میں راولپنڈی اول ہے۔پھر سیالکوٹ، اسلام آباد، فیصل آباد، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، میرپورخاص، سرگودھا، گجرات اور بہاولنگر ہیں۔اور دفتر اوّل اطفال میں اوّل لاہور ہے۔دوئم کراچی سوئم ربوہ کی پوزیشن ہے۔اضلاع میں اسلام آباد، سیالکوٹ گوجرانوالہ راولپنڈی، شیخوپورہ، فیصل آباد میرپورخاص سرگودھا گجرات اور بہاولنگر۔تقریباً وہی پوزیشن ہے۔

اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر اپنی ضرورتوں کو قربان کیا اور مالی قربانی کی بہترین جزا دے اور ان کے اموال ونفوس میں برکت ڈالے۔

دینی ضرورتوں میں تو وسعت پیدا ہوتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ضرورتیں پوری کرتا رہے گا لیکن ہر احمدی ہمیشہ یاد رکھے کہ وہ اللہ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے اس کی خاطر مالی قربانیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہے۔جماعت میں مختلف منصوبے ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف قربانی دی تو دوسری طرف قربانی کے لئے تھک کر بیٹھ گئے۔ ہمیشہ یاد رکھیں جہاں بیٹھے وہاں پھر کمزوریاں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔اس لئے کبھی اس سوچ کو ذہن میں نہ آنے دیں کہ فلاں جگہ قربانی کر دی تو کافی ہے۔ اگلے جہان میں کام آنے والا بہترین مال وہ ہے جو اللہ کی راہ میں قربان کیا گیا ہو۔آج کل جماعتوں میں دنیا میں ہر جگہ مسجدوں کی تعمیر کی طرف بہت توجہ ہو رہی ہے۔کسی چندے یا کسی تحریک میں ایک طرف توجہ ہو جائے تو اس توجہ کو

مساجد کی تعمیر میں روک نہیں بننا چاہیئے۔ بلکہ اس طرف توجہ قائم رہنی چاہیئے۔

برطانیہ میں بھی اس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ ہر سال پانچ مساجد بنانے کا انگلستان کی جماعتوں نے وعدہ کیا ہے۔ بریڈفورڈ میں تعمیر ہو رہی ہے دو اور جگہ بھی کارروائی ہو رہی ہے انشاء اللہ شروع ہو جائے گی۔ تو یہ کام ساتھ ساتھ جاری رہنے چاہئیں۔ کیونکہ مسجد ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اپنی اور اپنے بچوں کی تربیت کا بھی اور تبلیغ کا بھی۔

لجنہ کی ایک میٹنگ میں بڑے زوردار طریقے سے عورتوں نے درخواست کی کہ ہمیں فلاں فلاں جگہ بچوں کی تربیت میں دقت پیدا ہو رہی ہے (یہیں یوکے شوریٰ تھی یا کوئی اور میٹنگ تھی) تو ہمیں مساجد بنا کے دی جائیں، بہت ضروری ہیں۔ تو میں نے ان کو یہی جواب دیا تھا کہ مساجد ضروری ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن یہ بنانی آپ نے خود ہیں کسی نے باہر سے آ کے نہیں دینی۔

پھر جب نیشنل شوریٰ ہوئی ہے تو اس وقت جب میں نے توجہ دلائی تو جماعت نے اللہ کے فضل سے جیسا کہ میں نے بتایا ہر سال پانچ مساجد بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق بھی عطا فرمائے کہ مکمل کر سکیں۔

گزشتہ دنوں میں جب میں جرمنی گیا تھا وہاں زیادہ مقصد اللہ تعالیٰ کے فضل سے مساجد کی تعمیر کے لئے سنگِ بنیاد یا افتتاح کے لئے جانا تھا۔ تین کا افتتاح بھی ہوا سنگِ بنیاد بھی رکھا گیا۔ ایک مسجد جرمنی ہالینڈ کے بارڈر پر ہے واپس آتے ہوئے اس کا افتتاح ہوا۔ وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی لیکن ان کی خواہش تھی کہ اس میں نماز پڑھ لی جائے اسی کو ہم افتتاح سمجھیں گے۔ اس کی تھوڑی سی فنشنگ رہتی ہے۔ تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ جلدی کر لیں گے۔

وہاں ایک بہت بڑی مسجد مجلس انصار اللہ جرمنی نے بنائی ہے۔ اس میں تقریباً سات آٹھ سو نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں اور مسجد کے طور پر جرمنی میں یہ سب سے بڑی مسجد ہے جو خاص اس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہال وغیرہ نہیں ہیں بلکہ زمین پہ خاص طور پر مسجد کے لئے جو مسجد کھڑی کی گئی ہے وہ ابھی تک جرمنی میں یہی بڑی مسجد ہے۔ اس کے ساتھ گیسٹ ہاؤس بھی ہے مشنری ہاؤس بھی ہے دفتر وغیرہ بھی ہیں۔

پھر جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ سب سے بڑا (Breakthrough) یا بڑی کامیابی جو ہے وہ مسجد برلن کا سنگِ بنیاد تھا۔ وہاں مخالفت زوروں پر ہے۔ ابھی بھی مخالفین یہی کہتے ہیں کہ ہم اس مسجد کو بننے نہیں دیں گے اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں گے۔ گو کہ انتظامیہ کا خیال ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی کیونکہ قانونی تقاضے پورے ہو رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہر طرح سے مدد فرماتا ہے۔ اور یہ نظارے ہم دیکھتے رہے۔ پہلے امیر صاحب کا خیال تھا کہ ایک مہینہ پہلے جلدی آ جاؤں تا کہ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا جائے۔ لیکن دسمبر میں مَیں نے جانے کا فیصلہ کیا تو اس وقت تک ان کو مسجد کی تحریری اجازت نہیں ملی تھی۔ تحریری اجازت بھی میرے جانے کے بعد انہیں ملی ہے۔ تو اس کے بعد کوئی قانونی روک نہیں تھی اس کے بغیر اگر ہم چاہتے تو کئی قباحتیں پیدا ہو سکتی تھیں اور بنیاد رکھنا بھی ممکن نہیں تھا۔

پھر وہاں کے میئر اور ایم پی آئے اور انہوں نے بھی جماعت کی تعلیم کو سراہتے ہوئے امید ظاہر کی کہ ہمارے لوگوں کی ساری فکریں دور ہو جائیں گی۔ جس دن افتتاح تھا جب ہم وہاں گئے ہیں تو چالیس پچاس کے قریب مخالفین تھے جو نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن جرمنی میں ایک دوسرا گروپ بھی ہمیں نظر آیا جب ہم گئے ہیں انہوں نے بھی بیڑا اُٹھایا ہوا تھا۔ اور وہ جماعت احمدیہ کے حق میں تھا کہ یہاں جماعت ضرور مسجد بنائے۔ اور اس میں کوئی روک نہ ڈالی جائے۔ جماعت نے ان کو نہیں کہا تھا اور نہ وہ جانتے تھے۔ خود ہی کھڑے ہو گئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے توڑ کے لئے خود ہی انتظام فرما دیا۔ پھر یہ جوان کا چھوٹا سا جلوس تھا اس پر بھی تین چار شہریوں نے ان کے بینر چھیننے کی کوشش کی کہ یہ کیوں کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ایسا سامان پیدا کر دیا کہ مخالفین کو ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ان کے اپنے لوگ ہی ان کو روکنے والے تھے۔

جو مخالفین تھے (لوگ اتنے زیادہ تو تھے نہیں) انہوں نے ایک ٹیپ ریکارڈ میں ایک آواز ریکارڈ کی ہوئی تھی۔ کسی ٹنل میں سے کوئی جلوس گزرا اس کی بڑی گونج تھی لگتا یہ تھا کہ بہت بڑا جلوس ہے اور آوازیں نکال رہا ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے ان کو بھی مُلّاؤں کی ٹریننگ تھی کہ ٹیپ ریکارڈ استعمال کرو۔ جو وہاں ایم پی آئے ہوئے تھے انہوں نے بڑی حیرت سے اس بات کا اظہار کیا کہ مَیں تو ایک عرصے سے جماعت کو جانتا ہوں میرے خیال میں بھی نہیں تھا کہ جماعت احمدیہ کی مسجد کی مخالفت ہو رہی ہوگی۔ یہ تو بڑی امن پسند اور پیار کرنے والی جماعت اور پیار پھیلانے والی جماعت ہے۔ اخباروں اور ٹی وی نے بھی بڑی اچھی کوریج دی۔

جیسا کہ میں پہلے بھی جرمنی کے خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے برلن میں مسجد کی تعمیر کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا اور آپؓ کی بڑی شدید خواہش تھی اور اس وقت ایک ایکڑ رقبہ کا قریباً سودا بھی ہو گیا تھا بلکہ میرا خیال ہے لیا بھی گیا تھا اور آج کل کے حالات میں اتنا بڑا رقبہ ملنا ممکن نہیں۔ کافی مشکل ہے کیونکہ زمینیں کافی مہنگی ہیں۔ جرمنی میں عموماً جو پلاٹ مساجد کے لئے خریدے جا رہے ہیں وہ بڑے چھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا کہ یہاں تقریباً ایک ایکڑ سے زائد کا رقبہ برلن کی مسجد کے لئے مل گیا ہے اور اللہ میاں نے بڑی سستی قیمت پر دلا دیا۔ جبکہ باقی مساجد جو وہاں بن رہی ہیں اس سے چوتھے پانچویں حصے میں بن رہی ہیں۔

پہلے مَیں یہ بتا دوں کہ حضرت مصلح موعودؓ کا جو اس وقت کا منصوبہ تھا وہ نقشہ دیکھ کے آدمی حیران ہوتا تھا۔ 600 نمازیوں کے لئے ہال کی گنجائش تھی۔ مشن ہاؤس گیسٹ ہاؤس، پھر اس میں 13 کمرے تھے جو سٹوڈنٹس کے لئے، طلباء کے لئے رکھے گئے تھے۔ اب جو مسجد بن رہی ہے اس کے نقشے میں بھی تقریباً 500 نمازیوں کے لئے گنجائش ہو گی اسی طرح باقی چیزیں ہیں اور اگر فوری نہیں تو بعد میں کبھی جب بھی سہولت ہوا انشاء اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دی جا سکتی ہے۔ 1923 میں جب تحریک ہوئی تھی تو لجنہ اماء اللہ نے تعمیر کے لئے رقم جمع کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ کیونکہ یورپ میں عورتوں کے بارے میں یہ خیال ہے کہ ہم میں عورت جانور کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ جب یورپ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس وقت اس شہر میں جو دین کا مرکز بن رہا ہے اس میں مسلمان عورتوں نے جرمنی کے نومسلم بھائیوں کے لئے مسجد تیار کروائی ہے۔ تو کس قدر شرمندہ اور حیران ہوں گے۔ تو جرمنی کی لجنہ کو جب یہ علم ہوا کہ پہلی کوشش مسجد کی تعمیر کی تھی اور عورتوں کی قربانیوں سے بنی تھی تو لجنہ جرمنی نے کہا کہ ہم اس مسجد کا خرچ برداشت کریں گی جو تقریباً ڈیڑھ ملین سے 2 ملین یورو کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء دے اور ان کے مال و نفوس میں برکت ڈالے اور جلد سے جلد اپنا یہ وعدہ پورا کر سکیں تا کہ اپنا وعدہ پورا کر کے دوسرے منصوبوں اور قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔

اس مسجد کا نام خدیجہ مسجد رکھا گیا ہے۔ پس لجنہ ہمیشہ یاد رکھے کہ یہ مبارک نام اس پاک خاتون کا ہے جو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ پر اپنا سارا مال قربان کر دیا۔ پس جہاں یہ مسجد احمدی عورت کو قربانی کے اعلیٰ معیار کی طرف توجہ دلانے والی بنی رہے وہاں دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی طرف ہر احمدی کو توجہ دلانے والی بنی رہے تا کہ ہماری آئندہ نسلیں بھی تقویٰ پر چلتے ہوئے ہر قسم کی قربانی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والی بنی رہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو ہمیشہ آگے سے آگے بڑھانے والی ہو۔ مشرقی جرمنی میں یہ جو برلن میں مسجد بن رہی ہے یہ ایک مسجد نہیں بلکہ آئندہ نسلیں اور مساجد تعمیر کرنے والی بھی ہوں اور کرتی چلی جائیں اور ان کو آباد کرنے والی بھی ہوں اور خدائے واحد کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے والی ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مقصد کو پورا کرنے والی ہوں اور اس میں مددگار بنیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن جلد دکھلائے جب ہم دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کر کے خدائے واحد کے حضور جھکتا ہوا دیکھیں۔ آمین۔

(ٹائپنگ: سلیمہ ملک)

خلافت کا نظام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا عہد خلافت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ

خلافت کا نظام

قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلہ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے۔ بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالےٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے جس کے لئے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ ایک آدمی کی عمر بہر حال محدود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہونچانے کے لئے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں کیونکہ خلیفہ کے معنے پیچھے آنے والے اور دوسرے کی جگہ قائم مقام بننے والے کے ہیں۔ یہ سلسلہ خلافت قدیم زمانہ سے ہر نبی کے بعد ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے اور حضرت عیسےٰؑ کے بعد پطرس خلیفہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے بلکہ آنحضرت ﷺ کے بعد یہ سلسلہ خلافت سابقہ نبیوں کی نسبت زیادہ شان اور زیادہ آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس نظامِ خلافت میں نبی کے کام کی تکمیل کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی مد نظر ہوتی ہے کہ تا جو دھکا نبی کی وفات کے وقت نبی کی نئی نئی جماعت کو لگتا ہے جو ایک ہولناک زلزلہ سے کم نہیں ہوتا اس میں جماعت کو سنبھالنے کا انتظام رہے۔ پس ضروری تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی خدا کی یہ قدیم سنت پوری ہو چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے۔۔۔وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔ یہ خدا تعالےٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے زمین کو پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔۔۔اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔۔۔ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔۔۔غرض وہ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبی کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے۔۔۔خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے اللہ تعالےٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔۔۔ایسا ہی حضرت موسےٰؑ کے وقت میں ہوا۔۔۔ایسا ہی حضرت

عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔۔سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے۔۔۔سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دے۔مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہونگے اور دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔‘‘

(الوصیت صفحہ 4 تا 6 ہم نے اس جگہ اختصار کی غرض سے اس حوالہ کو کاٹ کاٹ کر درج کیا ہے مگر ہم اپنے ناظرین سے درخواست کریں گے کہ وہ الوصیت کے اس لطیف حصہ کو ضرور مکمل صورت میں مطالعہ کریں)۔

خلفاء کے تقرر اور ان کے مقام کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خلافت کا منصب کسی صورت میں بھی ورثہ میں نہیں آسکتا بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے اور چونکہ نبی کی جانشینی کا مقام ایک نہایت نازک اور اہم روحانی مقام ہے اس لئے اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ گو بظاہر خلیفہ کا انتخاب لوگوں کی رائے سے ہوتا ہے مگر اس معاملہ میں خدا تعالیٰ خود آسمان سے نگرانی فرماتا ہے اور اپنے تصرفِ خاص سے لوگوں کی رائے کو ایسے رستہ پر ڈال دیتا ہے جو اس کے منشاء کے مطابق ہو۔اس طرح گو بظاہر خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ عمل میں آتا ہے مگر دراصل اس انتخاب میں خدا کی مخفی تقدیر کام کرتی ہے اور اسی لئے خدا نے خلفاء کے تقرر کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خلیفہ ہم خود بناتے ہیں۔یہ ایک نہایت لطیف روحانی انتظام ہے جسے شاید دُنیا کے لوگوں کیلئے سمجھنا مشکل ہو مگر حقیقت یہی ہے کہ خلیفہ کا تقرر ایک طرف تو مومنوں کے انتخاب سے اور دوسری طرف خدا کی مرضی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے اور خدائی تقدیر کی مخفی تاریں لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظورِ ایزدی کی طرف مائل کر دیتی ہیں۔پھر جب ایک شخص خدائی تقدیر کے ماتحت خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ تمام مومن اس کی پوری پوری اطاعت کریں اور خود اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ تمام اہم اور ضروری امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرے اور گو وہ مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں بلکہ اگر مناسب خیال کرے تو مشورہ کو رڈ کر کے اپنی رائے سے جس طرح چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔مگر بہر حال اسے مشورہ لینے اور لوگوں کی رائے کا علم حاصل کرنے کا ضرور حکم ہے۔

اسلام میں یہ نظامِ خلافت ایک نہایت عجیب وغریب بلکہ عدیم المثال نظام ہے یہ نظام موجود الوقت سیاسیات کی اصطلاح میں نہ تو پوری طرح جمہوریت کے نظام کے مطابق ہے اور نہ ہی اسے موجودہ زمانہ کی ڈکٹیٹرشپ کے نظام سے تشبیہ دے سکتے ہیں بلکہ یہ نظام ان دونوں کے بَین بَین ایک علیحدہ قسم کا نظام ہے۔جمہوریت کے نظام سے تو وہ اس لئے جدا ہے کہ جمہوریت میں صدرِ حکومت کا انتخاب میعادی ہوتا ہے پر اسلام میں خلیفہ کا انتخاب میعادی نہیں بلکہ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے۔دوسرے جمہوریت میں صدرِ حکومت بہت سی باتوں میں لوگوں کے مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔بلکہ مصلحتِ عامہ کے ماتحت اسے رد کر کے دوسرا طریق اختیار کر سکتا ہے۔دوسری طرف یہ نظام ڈکٹیٹرشپ سے بھی مختلف ہے کیونکہ اول تو ڈکٹیٹرشپ میں میعادی اور غیر میعادی کا سوال نہیں ہوتا اور دونوں صورتیں ممکن ہوتی ہیں دوسرے ڈکٹیٹر کو عموماً کلّی اختیارات حاصل ہوتے ہیں حتّٰی کہ وہ حسب ضرورت پرانے قانون کو بدل کر نیا قانون جاری کر سکتا ہے مگر نظامِ خلافت میں خلیفہ کے اختیارات بہرصورت شریعت اسلامی اور نبی متبوع کی ہدایات کی قیود کے اندر محدود ہیں۔اسی طرح ڈکٹیٹر مشورہ لینے کا پابند نہیں مگر خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے۔

الغرض خلافت کا نظام ایک نہایت ہی نادر اور عجیب وغریب نظام ہے جو اپنی روح میں تو جمہوریت کے قریب تر ہے مگر ظاہری صورت میں ڈکٹیٹرشپ سے زیادہ قریب ہے مگر وہ حقیقی فرق جو خلافت کو دنیا کے جملہ نظاموں سے بالکل جدا اور ممتاز کر دیتا ہے وہ اس کا دینی منصب ہے۔خلیفہ صرف انتظامی افسر ہی نہیں ہوتا بلکہ نبی کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اسے ایک روحانی مقام بھی حاصل ہوتا ہے۔وہ نبی کی جماعت کی روحانی اور دینی تربیت کا نگران ہوتا ہے اور لوگوں کے لئے اسے عملی نمونہ بننا پڑتا ہے اور اس کی سنت سند قرار پاتی ہے۔(ابو داؤد کتاب السنّه) پس منصبِ خلافت کا پہلو نہ صرف اسے دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس قسم کے روحانی نظام میں۔۔۔تقرر کا سوال ہی نہیں اُٹھ سکتا۔خلافت کے نظام کے متعلق یہ مختصر اور اصولی نوٹ درج

کرنے کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔(نظامِ خلافت کے متعلق مفصل بحث کے لئے خاکسار کی کتاب ''سیرۃ خاتم النبیین'' کا متعلقہ باب ملاحظہ فرمائیں۔

جماعتِ احمدیہ میں پہلے خلیفہ کا انتخاب

یہ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر تمام جماعت نے متفقہ اور متحدہ طور پر حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیرویؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ اور جانشین منتخب کیا تھا۔ یہ 27 مئی 1908 کا واقعہ ہے۔ یہ تقرر اسلامی طریق پر انتخاب کی صورت میں ہؤا تھا یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر قادیان اور بیرونجات کے جو احمدی تھے اور ان میں جماعت کا چیدہ حصہ شامل تھا۔ انہوں نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر اطاعت اور اتحاد کا عہد باندھا۔ اس انتخاب اور اس بیعت میں صدر انجمن احمدیہ کے جملہ ممبران اور حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے جملہ افراد اور تمام حاضر الوقت احمدی اصحاب شریک و شامل تھے اور کسی ایک فردِ واحد نے بھی حضرت مولوی صاحب کی خلافت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے بعد نہ صرف جماعت احمدیہ کا بلکہ صدر انجمن احمدیہ کا بھی پہلا اجماع خلافت کی تائید میں ہؤا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے رشتہ داروں میں سے نہیں تھے۔ جماعت کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اور اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں جماعت کے اندر عدیم المثال حیثیت رکھتے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی سب سے اوّل نمبر پر بیعت کی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ آپ کو اپنے خاص الخاص دوستوں اور محبوں میں شمار کرتے تھے اور تمام جماعت احمدیہ میں آپ کا ایک خاص اثر اور رعب تھا حضرت مولوی صاحب دینی علم میں کامل ہونے کے علاوہ علم طب اور دیگر علومِ طب اور دیگر علومِ شرقیہ میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے اور قادیان آنے سے قبل مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے دربار میں بطور شاہی طبیب کام کر چکے تھے۔

حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر جماعت احمدیہ نے پہلے بیعت حضرت مسیح موعودؑ کے اس باغ میں کی تھی جو بہشتی مقبرہ کے قریب ہے اور وہیں حضرت مولوی صاحب کی قیادت میں حضرت مسیح موعودؑ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بیعت کے بعد حضرت مولوی صاحب نے ایک نہایت مؤثر اور درد انگیز تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جماعت کو اس کی بھاری ذمہ داریاں یاد دلائیں اور فرمایا کہ ظاہری اسباب میں سے ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے کہ جماعت اپنے اتحاد کو قائم رکھ کر اس عظیم الشان کام کو جاری رکھے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے شروع کر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خلیفہ بننے یا جماعت کو اپنے پیچھے لگانے کی کوئی خواہش نہیں تھی بلکہ مَیں چاہتا تھا کہ کوئی اور شخص اس بوجھ کو اٹھائے مگر اب جبکہ آپ لوگوں نے مجھے خلیفہ منتخب کیا ہے تو اس انتخاب کو خدا کی مرضی یقین کرتے ہوئے میں اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں لیکن یہ ضروری ہوگا کہ آپ لوگ میری پوری پوری اطاعت کریں تا کہ جماعت کے اتحاد میں کوئی فرق نہ آئے اور ہم سب مل کر اس کشتی کو آگے چلا سکیں جو خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دنیا کے متلاطم سمندر میں ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کے لئے ڈالی ہے۔

جماعت پھر ایک جھنڈے کے نیچے

قادیان کی بیعتِ خلافت کے بعد جوں جوں بیرونجات کی جماعتوں اور دوستوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور حضرت خلیفہ اول کی بیعت کی اطلاع پہنچی۔ سب نے بلا استثناء اور بلا تامل حضرت خلیفہ اول کی اطاعت قبول کی اور ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں جماعت احمدیہ کا ہر متنفس خلافت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ:

''میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔''

(الوصیت)

یہ نظارہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں کے لئے نہایت درجہ رُوح فرسا تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بس اس سلسلہ کے مٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کر کے ان کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا اور دُنیا کو بتا دیا کہ یہ پودا خدا کے ہاتھ کا لگایا ہؤا ہے اور کسی انسان کو طاقت نہیں کہ اسے مٹا سکے۔

جماعت میں انشقاق کا بیج

مگر جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر خدا نے اپنی قدیم سنت کے مطابق آپ کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال کر اپنی قدرت نمائی کا ثبوت دیا وہاں تقدیر کے بعض دوسرے نوشتے بھی پورے ہونے والے تھے۔ چنانچہ ابھی حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ بعض لوگوں نے جن کے ہاتھ پر اس فتنہ کا بیج بونا مقدر تھا مخفی مخفی اور آہستہ آہستہ یہ سوال اٹھانا شروع کیا کہ دراصل حضرت مسیح موعودؑ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ آپ کے بعد جماعت میں کسی واجب الاطاعت خلافت کا نظام قائم ہو بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ سلسلہ کا سارا اِنتظام صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے جس کی آپ نے اسی غرض سے اپنی زندگی کے آخری ایّام میں بنیاد رکھی تھی۔ پس اگر کسی خلیفہ کی ضرورت ہو بھی تو وہ صرف بیعت لینے کی غرض سے ہوگا اور انتظام کی ساری ذمہ داری صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے گی۔

اس سوال کی ابتداء صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبروں کی طرف سے ہوئی تھی جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز قادیان اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی لاہور زیادہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان اصحاب اور ان کے رفقاء نے خفیہ خفیہ اپنے دوستوں اور ملنے والوں میں اپنے خیالات کو پھیلانا شروع کر دیا اور ان کی بڑی دلیل یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت میں خلافت کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ایک غیر مطبوعہ تحریر میں صدر انجمن احمدیہ کے حق میں اس قسم کے الفاظ لکھے ہیں کہ میرے بعد اس انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا وغیرہ ذالک۔ دلوں کا حال تو خدا جانتا ہے مگر ظاہری حالات پر اندازہ کرتے ہوئے اس سوال کے اٹھانے والوں کی نیت اچھی نہیں سمجھی جا سکتی تھی کیونکہ:

اوّل جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے اس سوال کے اٹھانے والے صدر انجمن احمدیہ ہی کے بعض ممبر تھے اور یہ ظاہر ہے کہ انجمن کے طاقت میں آنے سے خود ان کو طاقت حاصل ہوتی تھی۔

دوم حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ اپنے سب سے پہلے فیصلہ میں اتفاق رائے کے ساتھ یہ قرار دے چکی تھی کہ جماعت میں ایک واجب الاطاعت خلیفہ ہونا چاہیئے۔ (دیکھو اعلان خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ مندرجہ الحکم مورخہ 28 مئی 1908 بدر مورخہ 2 جون 1908۔)

پس اگر بالفرض حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر کا یہ منشاء تھا بھی کہ میرے بعد انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا تو صدر انجمن احمدیہ خلافت کے حق میں فیصلہ کر کے خود خلافت قائم کر چکی تھی اور جن اصحاب نے اب خلافت کے خلاف سوال اٹھایا تھا وہ سب اس فیصلہ میں شریک تھے اور اس کے مؤیّد اور حامی تھے۔ پس اس جہت سے بھی یہ نیا پروپیگنڈا ایک دیانتداری کا فعل نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

سوم یہ بات قطعاً غلط تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں کیا بلکہ جیسا کہ ہم الوصیت کا ایک اقتباس اُوپر درج کر چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے صراحت اور تعیین کے ساتھ خلافت کا ذکر کیا تھا بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی مثال دے کر بتایا تھا کہ ایسا ہی میرے سلسلہ میں ہوگا اور یہ تصریح کی تھی کہ میرے بعد نہ صرف ایک خلیفہ ہوگا بلکہ خلافت کا ایک لمبا سلسلہ چلے گا اور متعدد افراد قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہونگے۔ پس ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کس طرح دیانتداری پر مبنی سمجھا جا سکتا تھا کہ الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں۔

چہارم غالباً سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ تھا کہ اس سوال کے اُٹھانے والوں نے کھلے طور پر اس سوال کو نہیں اُٹھایا بلکہ حضرت خلیفہ اوّل سے مخفی رکھ کر خفیہ خفیہ پروپیگنڈا کیا جو یقیناً اچھی نیت کی دلیل نہیں ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اصحاب کی نیت صاف نہیں تھی اور یہ ساری کوشش محض اپنے آپ کو طاقت میں لانے یا کسی دوسرے کی

ماتحتی سے اپنے آپ کو بچانے کی غرض سے تھی ان کا یہ عذر کہ یہ جمہوریت کا زمانہ ہے اور ہم سلسلہ کے اندر جمہوری نظام قائم کرنا چاہتے ہیں یا تو محض ایک بہانہ تھا اور یا پھر یہ اس بات کی دلیل تھی کہ یہ اصحاب سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہو جانے کے باوجود سلسلہ کی اصل غرض وغایت اور اس کے مقصد ومنتہیٰ سے بے خبر تھے اور اسے ایک محض دنیوی نظام سمجھ کر دنیا کے سیاسی قانون کے ماتحت لانا چاہتے تھے گو یہ علیحدہ بات ہے کہ دنیا کا سیاسی قانون بھی کلی طور پر جمہوریت کے حق میں نہیں ہے۔ پس اس فتنہ کے کھڑا کرنے والوں نے ایک نہایت بھاری ذمہ داری کو اپنے سر پر لیا اور خدا کی برگزیدہ جماعت میں انشقاق وافتراق کا بیج بو دیا۔ اور اپنے نفسوں کو گرانے کی بجائے خدا کی قدیم سنت اور اسلام کے صریح حکم اور حضرت مسیح موعودؑ کی واضح تعلیم کو پس پُشت ڈال دیا۔ ممکن ہے کہ یہ اصحاب اپنی جگہ اپنی نیت کو اچھا سمجھتے ہوں اور دھوکا خوردہ ہوں اور ہم بھی اس بات کے مدعی نہیں کہ ہم نے ان کا دل چیر کر دیکھا ہے مگر ان ٹھوس حالات میں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں دھوکا خوردہ ہونے کی صورت میں بھی ان کی بدقسمتی کا بوجھ کچھ کم نہیں ہے۔ اے کاش وہ ایسا نہ کرتے!!!

جب ان خیالات کا زیادہ چرچا ہونے لگا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ تک سارے حالات پہنچے تو آپ نے جماعت میں ایک فتنہ کا دروازہ کھلتا دیکھ کر اس معاملہ کی طرف فوری توجہ فرمائی اور 31 جنوری 1909 بروز اتوار جماعت کے سرکردہ ممبروں کو قادیان میں جمع کر کے مسجد مبارک میں ایک تقریر فرمائی جس میں مسئلہ خلافت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر جماعت کو بتایا کہ اصل چیز خلافت ہی ہے جو نظامِ اسلامی کا ایک اہم اور ضروری حصہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے بھی خلافت ہی کا ثبوت ملتا ہے اور صدر انجمن احمدیہ ایک عام انتظامی انجمن ہے جسے خلافت کے منصب سے کوئی تعلق نہیں اور پھر یہ کہ خود انجمن بھی اپنی سب سے پہلی قرارداد میں خلافت کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے حاضرین کو جن میں منکرینِ خلافت کے سرکردہ اصحاب شامل تھے نصیحت بھی فرمائی کہ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ کے اس قدر جلد بعد جماعت میں اختلاف اور انشقاق کا بیج نہ بو اور جس جھنڈے کے نیچے تمہیں خدا نے جمع کر دیا ہے اس کی قدر کرو۔

آپ کی یہ تقریر اس قدر دردناک اور رقت آمیز تھی کہ اکثر حاضرین بے اختیار ہو کر رونے لگے اور منکرین خلافت نے بھی معافی مانگ کر اپنے آپ کو پھر خلافت کے قدموں پر ڈال دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب کی اندرونی بیماری اس سے بہت زیادہ گہری تھی جو سمجھی گئی تھی کیونکہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ظاہر ہوا کہ مؤیدین انجمن کا مخفی پروپیگنڈا بدستور جاری ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ زوروں میں ہے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر چکے تھے اور اس سے پیچھے ہٹنا مشکل تھا اس لئے اب آہستہ آہستہ انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ہمیں حضرت مولوی صاحب کی امامت پر تو اعتراض نہیں ہے اور وہ اپنی ذاتی قابلیت اور ذاتی علم وفضل سے ویسے بھی واجب الاحترام اور واجب الاطاعت ہیں مگر اصل فکر آئندہ کا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد کیا ہوگا کیونکہ ہم مولوی صاحب کے بعد کسی اور شخص کو خلافت کی صورت میں قبول نہیں کر سکتے۔ افسوس ہے کہ ان کا یہ عذر بھی دیانتداری پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا تھا کیونکہ جیسا کہ متعدد تحریری شہادات سے ثابت ہے ان اصحاب نے اپنے خاص الخاص حلقہ میں خود حضرت خلیفہ اوّلؓ کی ذات کے خلاف بھی پروپیگنڈا شروع کر رکھا تھا مگر بہر حال اس وقت ان کا ظاہر قول یہی تھا کہ ہمیں اصل فکر آئندہ کا ہے کہ پیچھے تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب کم از کم آئندہ یہ خلافت کا سلسلہ جاری نہ رہے۔

اس قول میں ان کا اشارہ حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی طرف تھا جن کی قابلیت اور تقویٰ طہارت کی وجہ سے اب آہستہ آہستہ لوگوں کی نظریں خود بخود اس طرف اُٹھ رہی تھیں کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد وہی جماعت کے خلیفہ ہونگے۔ اس کے بعد گویا منکرینِ خلافت کی پالیسی نے دوہرا رُخ اختیار کیا۔ اول یہ کہ انہوں نے اس بات کا پروپیگنڈا جاری رکھا کہ جماعت میں اصلی چیز انجمن ہے نہ کہ خلافت۔ دوم یہ کہ انہوں نے ہر رنگ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو نیچا کرنے اور جماعت میں بدنام کرنے کا طریق اختیار کر لیا تاکہ اگر جماعت خلافت کے انکار کے لئے تیار نہ ہو تو کم از کم وہ خلیفہ نہ بن سکیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بار بار حلف اٹھا کر کہا کہ میرے وہم وگمان میں بھی خلیفہ بننے کا خیال نہیں ہے اور ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے آئندہ خلیفہ کا ذکر کرنا ہی ناجائز اور خلافِ تعلیمِ اسلام ہے پس خدا کے لئے اس قسم کے ذاتی

سوالات کو اٹھا کر جماعت کی فضا کو مزید مکدر نہ کرو مگر ان خدا کے بندوں نے ایک نہ سُنی اور حضرت مولوی صاحب کی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے اس دوہرے پروپیگنڈے کو جاری رکھا۔ بلکہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے خلاف بھی اپنے خفیہ طعنوں کے سلسلہ کو چلاتے چلے گئے۔

اس عرصہ میں حضرت خلیفہ اولؓ نے بھی متعدد موقعوں پر خلافت کی تائید میں تقریریں فرمائیں اور طرح طرح سے جماعت کو سمجھایا کہ ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جسے اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ اس نظام کے ذریعہ نبی کے کام کو مکمل فرمایا کرتا ہے اور ہر نبی کے بعد خلافت ہوتی رہی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنے بعد خلافت کا وعدہ فرمایا تھا اور یہ کہ گو بظاہر خلیفہ کا تقرر مؤمنوں کے انتخاب سے ہوتا ہے مگر دراصل اسلامی تعلیم کے ماتحت خلیفہ خدا بناتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب جب سلسلہ احمدیہ میں خلافت کا نظام عملاً قائم ہو چکا ہے اور تم ایک ہاتھ پر بیعت کر چکے ہو تو اب تم میں یا کسی اور میں یہ طاقت نہیں ہے کہ خدا کی مشیّت کے رستے میں حائل ہو اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے اللہ نے پہنائی ہے وہ میں اب کسی صورت میں اتار نہیں سکتا۔ مگر افسوس کہ منکرین خلافت کا پروپیگنڈا ایسی نوعیّت اختیار کر چکا تھا کہ ان پر کسی دلیل کا اثر نہیں ہوا اور بظاہر حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت کے اندر رہتے ہوئے انہوں نے خلافت کے خلاف اپنی خفیہ کارروائیوں کو جاری رکھا۔ لیکن حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تقریروں سے ایک عظیم الشان فائدہ ضرور ہو گیا اور وہ یہ کہ جماعت کا کثیر حصہ خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات اور اس کے خداداد منصب کو اچھی طرح سمجھ گیا اور ان گم گشتگانِ راہ کے ساتھ ایک نہایت قلیل حصہ کے سوا اور کوئی نہ رہا۔ اور جب 1914 میں حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات ہوئی تو بعد کے حالات نے بتا دیا کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی مسلسل اور ان تھک کوششوں نے جماعت کو ایک خطرناک گڑھے میں گرنے سے محفوظ کر رکھا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد کا یہ ایسا جلیل القدر کارنامہ ہے کہ اگر اس کے سوا آپ کے عہد میں کوئی اور بات نہ بھی ہوتی تو پھر بھی اس کی شان میں فرق نہ آتا۔

(بحوالہ سلسلہ احمدیہ صفحہ305-316)

نظامِ خلافت

یعقوب امجدؔ

یہ فیضِ نبوت کی برکت ہے ساری
کہ نورِ خلافت کا چشمہ ہے جاری

نظامِ خلافت ، خدا نے جو بخشا
تو اس کا ہے ہم پر یہ احسان بھاری

یہی ہے امامت ، یہی ہے سیادت
اسی نے نکھاری ہے دنیا ہماری

اطاعت میں اس کی رضائے خدا ہے
مقاصد ہیں توحید کی آبیاری

رسالت کی خادم ، فضائل کی حامل
خلافت ہے اک منصبِ کامگاری

خلافت کا بارِ امانت اٹھانا
حقیقت میں ہے حقِّ خدمت گزاری

خلافت کی معمار خود ہے رسالت
خلافت ہے اک نعمتِ فضلِ باری

خلافت نے امجدؔ کو وہ نور بخشا
کہ ذرّے کو جس سے ملی تابداری

قدرتِ ثانیہ کے پانچویں مظہر

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

الٰہی بشارتوں کی روشنی میں ایک تعارف

قمر الحق خان، قادیان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی صفات کے اظہار اور توحید کے قیام کے لئے سلسلہ نبوت اور خلافت کو جاری فرمایا ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ:

"مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّاتَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ"

(کنز العمال۔ الفصل ا لاول فی بعض خصائص الانبیاء حدیث نمبر:3224)

کہ کبھی کوئی نبوت جاری نہیں ہوئی جس کے پیچھے خلافت کا قیام نہ ہوا ہو۔ دنیا پر یہ امر بصراحت عیاں ہو چکا ہے کہ عصر حاضر میں امام موعود سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام اس دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نبوت کے منصب پر فائز فرمائے گئے ہیں آپ نے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور الٰہی پیش خبریوں کے مطابق اپنی کتاب الوصیت میں فرمایا:

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا"

(الوصیت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بشارت پر روشنی ڈالتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مورخہ 8 ستمبر 1950 کو وکٹوریا روڈ میگزین لین کراچی میں تعمیر شدہ مسجد میں نہایت پُرشوکت انداز میں فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو جاتا ہوں لیکن خدا تمہارے لئے قدرت ثانیہ بھیج دے گا مگر ہمارے خدا کے پاس قدرت ثانیہ ہی نہیں اس کے پاس قدرت ثالثہ بھی ہے اور اس کے پاس قدرت ثالثہ ہی نہیں اس کے پاس قدرت رابعہ بھی ہے۔ قدرت اولیٰ کے بعد قدرتِ ثانیہ ظاہر ہوئی اور جب تک خدا اس سلسلہ کو ساری دنیا میں نہیں پھیلا دیتا اس وقت تک قدرت ثانیہ کے بعد قدرت ثالثہ آئے گی اور قدرت رابعہ کے بعد قدرت خامسہ آئے گی اور قدرت خامسہ کے بعد قدرت سادسہ آئے گی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ لوگوں کو معجزات دکھاتا چلا جائے گا اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اور زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اس سکیم اور مقصد کے راستہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔"

(الفضل 8 ستمبر 1950 صفحہ 6)

اس روح پرور خطاب کے صرف ایک ہفتہ بعد ہمارے امام عالی مقام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 15 ستمبر 1950 کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مرحوم اور محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ مدظلہا کے ہاں ربوہ پاکستان میں پیدا ہوئے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے، حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے نواسے ہیں۔ آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک پاس کر کے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی۔اے مکمل کیا۔

1967 میں ساڑھے سترہ سال کی عمر میں نظام وصیت میں شمولیت فرمائی۔ 1976 میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم ایس سی کی ڈگری ایگریکلچر اکنامکس میں حاصل کی۔ 31 جنوری 1977 کو آپ کی شادی محترمہ صاحبزادی امتہ السبوح بیگم صاحبہ مدظلہا بنت محترمہ صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ و مرحوم سید داؤد مظفر شاہ صاحب سے ہوئی۔ حضور انور 1977 میں زندگی وقف کر کے نصرت جہاں سکیم کے تحت اسی سال ماہ اگست میں غانا تشریف لے گئے۔ وہاں پر 1977 سے لے کر 1985 تک بطور پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول سلاگا، وسال، ایسارچر، چار سال اور پھر دو سال احمدیہ زرعی فارم ٹمالے، شمالی غانا کے مینیجر رہے۔ آپ نے غانا میں پہلی بار گندم اگانے کا کامیاب تجربہ کیا۔ 1985 میں پاکستان واپسی ہوئی اور تحریک جدید ربوہ میں 17 مارچ 1985 کو نائب وکیل المال ثانی کے طور پر تقرر ہوا۔ 18 جون 1994 کو آپ کا تقرر بطور ناظر تعلیم ہوا۔ 10 ستمبر 1997 کو آپ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر مقامی کے اہم عہدہ پر فائز ہوئے اور تا انتخاب خلافت اسی منصب پر فائز رہے۔

اگست 1998 میں صدر مجلس کارپرداز مقرر ہوئے۔ بحیثیت ناظر اعلیٰ آپ ناظر ضیافت اور ناظر زراعت کی خدمت بھی بجا لاتے رہے۔ 1996 تا 1997 آپ چیئرمین ناصر فاؤنڈیشن رہے اسی عرصہ میں آپ صدر تزئین کمیٹی ربوہ بھی تھے۔ آپ نے گلشن احمد نرسری کی توسیع اور ربوہ کی توسیع اور ربوہ کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے ذاتی طور پر بے حد کوشش کی۔ اور جملہ امور کی نگرانی فرمائی۔ 1999 میں ایک مقدمے میں اسیر راہ مولیٰ رہنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ 30 اپریل کو گرفتار ہوئے اور 10 مئی کو باعزت رہا ہوئے۔ 22 اپریل 2003 کو لندن وقت کے مطابق 11:40 بجے رات آپ کے بطور خلیفۃ المسیح منتخب ہونے کا اعلان ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر 56 سال ہے اور آپ کی بابرکت قیادت میں احمدیت کا قافلہ ترقیات کی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(بحوالہ احمدیہ گزٹ کینیڈا مئی جون 2003 صفحہ 14 نیز دیکھیں اخبار بدر قادیان جلد 54 شمارہ 52,51 صفحہ 7)

الٰہی بشارات میں چند ایمان افروز حقائق

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خلافت خامسہ کی مسند پر متمکن ہونے کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و کشوف میں نہایت واضح اشارے ملتے ہیں۔ اگرچہ یہ الہامات و کشوف و رؤیا حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان ہوئے ہیں لیکن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات میں نہایت صفائی سے پورے ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض بشارات کا تعلق براہ راست حضور انور سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کو دیئے جانے والے وعدوں اور پیشگوئیوں میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ وہ وعدے رسول کی زندگی میں بھی پورے ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں ان کا ظہور ان کے بعد ان کی اولاد در اولاد اور خلفاء، متبعین کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔

''تذکرہ''، یعنی مجموعہ الہامات رؤیا و کشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں جنوری 1907 کی ایک رؤیا ان الفاظ میں درج ہے:

''شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا ''وہ بادشاہ آیا'' دوسرے نے کہا کہ ''ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے'' فرمایا قاضی حَکَم کو بھی کہتے ہیں قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔''

(تذکرہ صفحہ 584 ایڈیشن قادیان 2004)

وہ پگڑی جو حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے سر پر دکھائی گئی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے ان کے پوتے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کے سر پر رکھ کر ایک ایمان افروز نظارہ دنیا کو دکھایا۔ پگڑی عزت، شرف، علم اور بزرگی کی علامت ہے اس حوالہ سے یہ خلافت کی روحانی بادشاہت کا ایک نشان بھی ہے۔

اسی رؤیا کا دوسرا فقرہ کہ ''ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے'' ظاہر کرتا ہے کہ کچھ ایسے امور ہیں جو رفتہ رفتہ اپنے وقتِ مقررہ پر ظاہر ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قاضی کی جو تشریح بیان فرمائی ہے اس میں حق کی تائید اور

باطل کورد کرنے کے معانی بیان فرمائے ہیں جن کا تعلق آیتِ استخلاف میں بیان کردہ برکات خلافت سے واضح نظر آتا ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اسی سال 1907 میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو یہ الہام بھی ہوتا ہے

"اِنِّیْ مَعَکَ یَامَسْرُوْرُ"

یعنی اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں۔

اس الہامِ الٰہی میں حضورعلیہ السلام کو 'مسرور' کا الہامی نام عطا ہوا اور ساتھ یہ بھی الہام ہوا کہ:

"میں تیرے ساتھ ہوں تیرے اہل کے ساتھ ہوں میں تیرے بوجھ اٹھاؤں گا"

ان الہامات کے ساتھ یہ بھی الہام ہوا کہ:

"میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں"

اس میں یہ خوشخبری دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کا وعدہ صرف حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی ذات یا آپ کے زمانہ تک محدود نہیں بلکہ اس کے دائرے میں اور بھی بہت سے پیارے وجود بھی شامل ہوں گے۔ پھر ان الہامات کے ساتھ ایک یہ بھی الہام شامل ہے کہ:

"سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ"

کہ عنقریب ہم ان کو نشانات دکھائیں گے گردونواح میں اور خود ان میں۔

"فِیْ اَنْفُسِهِمْ" کے الفاظ میں پھر ایک بار یہ بات دوہرائی گئی کہ نصرت خداوندی کا وعدہ ایک فرد سے نہیں بلکہ افراد سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح نشانات کے ظہور کا زمانہ بھی مختلف زمانوں پر محیط ہوگا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہامی نام مسرور عطا کیا۔ اور اس کی تقدیر نے اسی مسیح محمدی کی نسل اور ذریّت میں ایک مقدس فرد کا نام بھی مسرور رکھ دیا جس نے ایک دن آپ کا جانشین اور خلیفہ بن کر ان الہامات کا مظہر بننا تھا۔

تذکرہ میں 1903 کی ذیل میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا یہ کشفی نظارہ درج ہے کہ:

"ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا اب تُو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔"

(تذکرہ صفحہ 406 ایڈیشن قادیان 2004)

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت مرزا منصور احمد صاحب مرحوم کی وفات کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 12 دسمبر 1997 کو خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے اس کشفی نظارہ کے متعلق جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا تفصیل سے بتایا کہ اس کی اکثر علامات ان کے بیٹے حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی ذات میں ظاہر ہوئیں اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی جگہ ناظر اعلیٰ مقرر کئے جانے کا ذکر کرنے کے بعد آخر پر فرمایا:

"میں ساری جماعت کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے لئے دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور پھر بعد میں مرزا مسرور احمد صاحب کے متعلق بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحیح جانشین بنائے۔ "تُو ہماری جگہ بیٹھ" کا مضمون پوری طرح ان پر صادق آئے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ خود ان کی حفاظت فرمائے اور ان کی اعانت فرمائے۔

(بحوالہ ہفت روزہ الفضل انٹر نیشنل لندن 30 جنوری 1998)

ایک اور الٰہی اشارہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے تیسرے بیٹے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا نکاح مورخہ 15 نومبر 1905 کو بعد نماز عصر قادیان کے نئے مہمان خانہ کے اوپر دارالبرکات کے صحن میں ہوا۔ اس تقریب میں مسیحائے زمان سیدنا حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قادیان میں موجود صحابہ کرام کثیر تعداد میں شامل تھے۔ نکاح کا اعلان حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اور موقعہ کی مناسبت سے ایک لطیف اور پر معارف خطبہ بھی دیا اس میں آپ نے فرمایا:

''ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا نے ہمارے امام کو بھی آدم کہا ہے اور وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اسی طرح پھیلنے والی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اس آدم کے ساتھ پیدا ہوں کیونکہ اس کی اولاد میں اس قسم کے رجال اور نساء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور خاص طور پر منتخب ہو کر اس کے مکالمات سے مشرف ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ''

(الحکم جلد10 نمبر46 نیز خطبات نور صفحہ240 ایڈیشن قادیان2003)

خطبہ نکاح کے الفاظ نہایت معنی خیز ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ کے حضور خاص طور پر منتخب ہو کر اس کے مکالمات سے مشرف ہوں گے۔''

یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ انتخاب کوئی معمولی انتخاب نہیں ہوگا بلکہ غیر معمولی نوعیت اور عظمت کا حامل انتخاب ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے مکالمات کے دروازے کھولے جائیں گے۔ لاریب یہ الفاظ واضح طور پر حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے نافلہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کے بطور خلیفۃ المسیح منتخب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ الحمدللہ ہم نے آسمانی بشارت کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو اپنے حضور خاص طور پر منتخب فرما کر خلافت خامسہ کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

الٰہی بشارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافت خامسہ کا یہ بابرکت دور بھی بفضلہٖ تعالیٰ موعود خلافت کا دور ہے اللہ کرے اس بابرکت عہد خلافت میں احمدیت کا قافلہ اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام الہامات و بشارات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حق میں شمس الضحیٰ کی طرح ظاہر ہوتے رہیں۔ آمین۔

(بشکریہ هفت روزه بدر قادیان21/28دسمبر2006صفحه22,23,46)

ترقی کا ذریعہ

حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل

خلافت ارتقاءِ نسلِ انسانی کی صورت ہے
یہ مومن صالح الاعمال کی جاوید دولت ہے

خلافت میں خداوندِ دو عالم کی نیابت ہے
خلافت میں تمام اقوامِ عالم کی امامت ہے

خلافت لازم و ملزوم شانِ ہر نبوت ہے
خلافت بعد میں روشن نشانِ ہر رسالت ہے

خلافت ہی سے استحکام احکام شریعت ہے
خلافت ہی سے قطع و قمع کفر و شرک و بدعت ہے

خلافت سرِّ وحدت وجہ تنظیمِ جماعت ہے
یہی روح و روانِ صدق و اخلاص و محبت ہے

خلافت سے جو پھرتے ہیں ضلالت میں وہ گرتے ہیں
خلافت کی اطاعت ربِّ اکبر کی اطاعت ہے

خلافت سے بدل جاتی ہے تقدیرِ اُمم جلدی
یہ حسب وحیِ ربانی وہی موعود ساعت ہے

خلافت میں بڑے چھوٹے ہوئے چھوٹے بڑے ہونگے
اسی دنیا میں قائم ہونے والی اک قیامت ہے

خلافت ہی نے کچلیں، کچلیاں اس اژدہے کی ہیں
بنی آدم کو ڈس لینا پرانی جس کی عادت ہے

خلافت پر تصدق مال و جان موناں ہوگا
کہ دینی دنیوی آثار کی اس سے حفاظت ہے

اسی سے روز افزوں ہے ترقی اس جماعت کی
اسی سے ہو رہی تنظیم ملک و قوم و ملت ہے

خلافتِ راشدہ کی عظیم برکات

خلفاءراشدین کی اطاعت کس طرح کرنی چاہیئے؟

حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے ارشادات

نوٹ: حضرت سید محمد اسمٰعیل صاحب شہید علیه الرحمة نے ایک کتاب منصب امامت کے نام سے فارسی زبان میں تحریر فرمائی تھی جس کا اُردو ترجمه گیلانی پریس لاھور سے1949میں شائع ھؤاھے۔ حضرت شہید مرحوم نے اس کتاب میں خلفاء راشدین اور خلافتِ راشدہ کے بارہ میں بھی بھت مفید تصریحات فرمائی ھیں۔ قارئین کی سھولت کے لئے ھم ذیل میں متعلقه حواله جات اُردو ترجمه منصب امامت سے بطور اقتباس درج کرتے ھیں۔ صرف عنوان ھمارے ھیں۔ مسئله خلافت کے بارہ میں یه حواله جات بھت اھمیت رکھتے ھیں۔

(1)

خلافت راشدہ کے ظہور کے لئے دعائیں کی جائیں

''نزولِ نعمتِ الٰہی یعنی ظہور خلافتِ راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہیئے اور اپنی مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہیئے اور اپنی دعا کی قبولیت کی امید رکھنا اور خلیفہء راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمت صرف کرنا چاہیئے۔ شاید کہ یہ نعمتِ کاملہ اسی زمانہ میں ظہور فرمادے اور خلافتِ راشدہ اسی وقت ہی جلوہ گر ہو جائے۔''

(منصب امامت صفحہ86)

(2)

خلافتِ راشدہ کا دوبارہ قیام ضروری ہے

''جیسا کہ کبھی کبھی دریائے رحمت سے کوئی موج سر بلند ہوتی ہے اور آئمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کو ظاہر کرتی ہے ایسا ہی اللہ کی نعمت کمال تک پہنچتی ہے تو کسی کو تختِ خلافت پر جلوہ افروز کر دیتی ہے اور وہی امام اس زمانہ کا خلیفہء راشد ہے۔ اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ خلافت راشدہ کا زمانہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تیس سال تک ہے اس کے بعد سلطنت ہوگی اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت راشدہ متصل اور تواتر طریق پر تیس سال تک رہے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیامِ قیامت تک خلافتِ راشدہ کا زمانہ وہی تیس سال ہے اور بس۔ بلکہ حدیث مذکورہ کا مفہوم یہی ہے کہ خلافتِ راشدہ تیس سال گزرنے کے بعد منقطع ہوگی نہ یہ کہ اس کے بعد پھر خلافت راشدہ کبھی عود ہی نہیں کر سکتی۔ بلکہ ایک دوسری حدیث خلافتِ راشدہ کے انقطاع کے بعد پھر عود کرنے پر دلالت کرتی ہے۔''

(منصب امامت صفحہ83)

(3)

خلافتِ راشدہ نعمت ربّانی ہے

''امامت تامہ کو خلافتِ راشدہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشہء خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمت ربّانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لئے کمال تک پہنچی اور کمال روحانی اسی رحمتِ ربّانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نورآفتاب کی مانند چمکا۔''

(منصب امامت صفحہ 79)

(4)

خلیفہء راشد سب کا مُطاع ہے

''خلیفہء راشد رسول کے فرزند ولی عہد کے بجائے اور دوسرے آئمہ دین بمنزلہ دوسرے بیٹوں کے۔ پس جیسا کہ تمام فرزندوں کی سعادتمندی کا تقاضا

یہی ہے کہ جس طرح وہ مراتب پاسداری و خدمت گزاری اپنے باپ کے حق میں ادا لاتے ہیں وہ بتمامہ اپنے باپ کے جانشین بھائی سے بجالائیں اور اسے اپنے باپ کی جگہ شمار کریں اور اس کے ساتھ مشارکت کا دم نہ بھریں۔''

(منصب امامت صفحہ 93)

(5)

خلیفہء راشد کی شان وعظمت کا بیان

''خلیفہء راشد سایہء رب العالمین، ہمسایہ انبیاء مرسلین، سرمایہء ترقی دین اور ہم پایہء ملائکہء مقربین ہے۔ دائرۂ امکان کا مرکز، تمام وجوہ سے باعثِ فخر اور اربابِ عرفان کا افسر ہے۔ دفتر افراد انسی کا سر ہے۔ اس کا دل تجلی رحمٰن کا عرش اور اس کا سینہ رحمت وافرہ اور اقبال جلالتِ یزداں کا پرتَو ہے۔ اس کی مقبولیت جمالِ ربّانی کا عکس ہے۔ اس کا قہر تیغ قضا اور مہر عطیات کا منبع ہے۔ اس سے اعراض معارضہء تقدیر اور اس سے مخالفت مخالفتِ ربِّ قدیر ہے۔ جو کمال اس کی خدمت گزاری میں صرف نہ ہو خیال ہے پُر از خلل۔ اور جو علم اس کی تعظیم وتکریم کے بیان میں نہ لایا گیا سراسر وہم باطل ومحال ہے۔ جو صاحبِ کمال اس کے ساتھ اپنے کمال کا موازنہ کرے وہ مشارکت حق تعالیٰ پر مبنی ہے۔ اہل کمال کی علامت یہی ہے کہ اس کی خدمت میں مشغول اور اس کی اطاعت میں مبذول رہیں، اس کی ہمسری کے دعویٰ سے دستبردار رہیں اور اسے رسول کی جگہ شمار کریں۔''

(منصب امامت صفحہ 86-87)

(6)

خلیفہء وقت اور دیگر بزرگانِ ملّت کی حیثیت کا ذکر

''امام، رسول کے سعادتمند فرزند کی مانند ہے اور تمام اکابر امّت و بزرگان ملّت ملازموں اور خدمت گاروں اور جانثار غلاموں کی مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابر سلطنت وارکان مملکت کیلئے شہزادۂ والا قدر کی تعظیم ضروری اور اس سے توسل واجب ہے اور اس سے مقابلہ کرنا نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے ایسا ہی ہر صاحبِ کمال کے حضور میں تواضع اور تذلل سعادتِ دارین کا باعث ہے۔ اور اس کے حضور میں اپنے علم وکمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے۔ اس کے ساتھ یگانگت رکھنا رسول سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسول سے بیگانگی ہے۔''

(منصب امامت صفحہ 78)

(7)

خلیفہء راشد سے بحث وجدال جائز نہیں

''لازم ہے کہ احکام کے اجراء اور مہمّات کا انجام امام کے سپرد کیا جائے اور اس سے قیل وقال اور بحث وجدال نہ کیا جائے اور کسی مہم میں خود بخود اقدام نہ کیا جائے اس کے حضور میں زبان کو بند رکھیں اور اپنی رائے سے سرانجام مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی طرح بھی اس کے سامنے استقلال کا دم نہ ماریں۔''

(منصب امامت صفحہ 92)

(8)

خلیفہء وقت کے فیصلہ کی قطعیت کا بیان

''جس وقت مواضع اختلاف اور مسائل اجتہاد میں امام کا حکم دو جانب میں سے ایک جانب متوجہ ہو تو ہر مجتہد، مقلّد، عالم، عامی، عارف اور غیر عارف پر واجب العمل ہوگا۔ کسی کو اس کے ساتھ اپنے اجتہاد یا اپنے الہام یا شیوخ متقدمین کے الہام سے تعرض نہیں ہوسکتا۔ جو کوئی حکم امام کے مخالف کرے اور مذکورۃ الصدر امور کے خلاف تمسک کرے تو بے شک عنداللہ عاصی اور اس کا عذر ربّ العٰلمین، انبیائے مرسلین ومجتہدین اور علماء کے حضور میں قابل قبول نہ ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اہل اسلام سے کسی کو اس کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔''

(منصب امامت صفحہ 89)

(9)

خلیفہء وقت کا حکم

واجب الاتباع اور اصول دین سے ہے

''شرع مجموعہ کتاب اللہ وسنت رسول اور احکام خلیفۃ اللہ سے مستفاد شدہ امور سے مراد ہے۔ پس جیسا کہ کتاب وسنت اصول دین متین سے ہے ایسا ہی حکم امام بھی ادلّہء شرع مبین سے ہے۔ اور جس طرح سنت کو کتاب اللہ سے دوسرا درجہ حاصل ہے ایسا ہی حکمِ امام سنتِ رسول سے دوسرے درجہ پر

ہے۔پس اصل کتاب اللہ ہے اور اسے واضح کرنے والی سنتِ نبویؐ اور اس کا مُبیّن امام ہے۔کتاب اللہ پر ایمان سب سے اوّل ہے اور ایمان بالرسولؐ بعدہٗ اور خلیفۃ اللہ پر یقین تیسرے درجہ پر ہے۔۔۔اسی بناء پر علماء امّت نے اطاعت امام کو غیر مخصوصہ مقامِ صحتِ قیاس پر موقوف نہیں رکھا بلکہ اس کی اطاعت کو باوجود اس کے ضعیف قیاس کے بھی واجب جانا ہے اور اس کے مخالف کو اگر چہ اس کا قیاس امام کے قیاس سے اظہر اور قوی ہو جائز نہیں رکھا۔اور اس میں راز یہی ہے کہ اس کا حکم بذاتہٖ اصول دین سے ایک اصل ہے اور ادلّہء شرعیہ سے ایک دلیل ہے جو صحیح قیاس سے قوی ہے۔''

(منصب امامت صفحہ91)

(10)

قربِ خُداوندی کیلئے خلیفہء وقت کی اطاعت ضروری ہے

''امام وقت سے سرکشی اور روگردانی اس کے ساتھ گستاخی ہے اور اس کے ساتھ بلکہ خود رسول کے ساتھ ہمسری ہے اور خفیہ طور پر خود ربّ العزت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا ہوا۔الغرض اس کے توسّل کے بغیر تقرّبِ الٰہی محض خلل اور وہم ہے اور ایک خیال ہے جو سراسر باطل اور محال ہے ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہ گردد ورق

(منصب امامت صفحہ91)

(11)

خلیفہء وقت کا مقصد محض حصولِ رضائے حق ہے

''بناءً علیہ جس وقت ایسا شخص منصبِ خلافت کو پہنچتا ہے تو ابواب سیاست میں محض خدا کے بندوں کی اصلاح اور نیابت رسول اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں مشغول رہتا ہے۔اپنے نفع کے حصول کی آرزو اس کے دل میں نہیں گزرتی اور نہ کسی کے ضرر کا غبار اس کے دامن تک پہنچتا ہے۔اور اطاعتِ ربّانی میں ہوائے نفس کی مشارکت کو شرک جانتا ہے اور کسی مقصد کا حصول سوائے رضائے حق کے اپنے دل کی خالص منزل کے لئے جنسِ کثافت خیال کرتا ہے۔اسے بندگانِ خدا کی تربیت کے سوا نہ کچھ ظاہر میں مطلوب ہے اور نہ باطن میں مرغوب ہے۔''

(منصب امامت صفحہ97)

(12)

امامت کے ظلّی رسالت ہونے کا مفہوم

''امامت ظلّی رسالت ہے۔بنا اس کی اظہار پر ہے نہ کہ اخفاء پر، برخلاف ولایت کے۔پس جیسا کہ منازل و وجاہت اور مقامات کا دعویٰ اور معاملاتِ ربّانی و کشف و اسرار روحانی کا بیان اربابِ ولایت کے حق میں مظنہء سلب و زوال ہے اسی طرح ان کے حق میں ترقی و کمال کا باعث ہے۔''

(منصب امامت صفحہ 74)

(بشکریہ ماھنامه الفرقان ربوہ۔مئی/جون 1967، بحوالہ الفضل انٹر نیشنل 23 مئی تا 5جون 2003 صفحہ9)

وہ بولتا ہے تو سارا جہان بولتا ہے

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

وہ بولتا ہے تو سارا جہان بولتا ہے
زمین بولتی ہے ، آسمان بولتا ہے

رہائی ملتی ہے آواز کو اسیری سے
ہزار سال کے بعد آسمان بولتا ہے

صدا اسی کی ہے لیکن ازل کے گنبد میں
کبھی مکان ، کبھی لامکان بولتا ہے

وہ ایسے بول رہا ہے وجود میں میرے
کہ جیسے مالکِ کون و مکان بولتا ہے

دل و نگاہ کے عیسیٰ ہیں گوش برآواز
سرِ صلیب کوئی ہم زبان بولتا ہے

یہ کون گزرا ہے صحرا پہ منکشف ہو کر
قدم قدم پہ قدم کا نشان بولتا ہے

خودکش حملوں کا مسئلہ

محمود بن عطاء، ٹیکساس

حال ہی میں صدر مشرف نے اوکاڑہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ ہر وہ مسلمان جسے قرآن و سنت سے کسی حد تک واقفیت ہے وہ اس سے اتفاق کرے گا کہ یہ مسئلہ اتنا آسان اور سادہ نہیں جتنا کہ نظر آتا ہے، یہ خودکش حملے "اسلام" کے نام پر کیئے جا رہے ہیں۔ ان حملہ آوروں کو بھڑکانے اور اُکسانے والے انہیں دین اسلام کی محبت اور حمیّت کا واسطہ دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ پیچیدہ مسئلہ کسی قدر تفصیلی تجزیہ کا محتاج ہے۔ خودکش حملے پاکستان کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہیں مگر ان وارداتوں کا تسلسل اور کثرت ایک نئی چیز ہے۔

26 جنوری 2007 کو اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں ایک خودکش حملہ آور نے اندر جانے کی کوشش کی مگر سکیورٹی گارڈ نے اس کی کوشش ناکام بنادی۔ حملہ آور اور گارڈ دونوں مارے گئے۔ کچھ اور لوگ بھی مارے گئے۔ اگلے روز پشاور میں جب محکمہ پولیس کے افسران اور جوان، عاشورہ کے جلوس کیلیئے حفاظتی انتظامات میں مصروف تھے ایک خودکش حملہ کے نتیجے میں 15 افراد شہید اور 60 زخمی ہو گئے۔ شہداء اور زخمیوں کی اکثریت کا تعلق پولیس سے ہے۔ پشاور پولیس کے چیف، ملک اسد بھی اس سانحہ میں جاں بحق ہوئے ہیں۔ یہ حملہ شیعہ مسجد سے 200 گز کے فاصلے پر ہوا۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں بارودی بیلٹ سے آراستہ ایک حملہ آور نے اپنے آپ کو اڑادیا اس کا اصل ٹارگٹ شیعہ عزاداروں کا جلوس تھا مگر حملہ آور کے علاوہ پولیس اہلکار اور بعض راہ گیر ہلاک ہوگئے۔ 6 فروری کو ایک اور خودکش حملہ آور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلام آباد ایئر پورٹ پہنچا وہ لابی میں جانا چاہتا تھا مگر میریٹ ہوٹل کی طرح وہ بھی اندر نہ گھس سکا بلکہ تلاشی کے خطرے پر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے 2 گرنیڈ پارکنگ میں پھینکے۔ ایک گرنیڈ اس کے پاؤں کے قریب پھٹا۔ اس طرح 2 جانیں ضائع ہوگئیں۔ حملہ آور کا نام محمد یونس بتایا گیا ہے جو حافظ قرآن تھا اور ڈیرہ غازی خان کا رہنے والا تھا، حال ہی میں کوئٹہ میں سیشن کورٹ میں ایک اور خودکش حملہ ہوا اس میں جج عبدالاحد سمیت 15 افراد جاں بحق ہوئے ہیں۔ ان شہداء کے علاوہ 24 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ مرنے اور مارنے والے دونوں کلمہ گو تھے۔

ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیئے!

عراق اور افغانستان کی مٹی کو خونریزی سے ایک تاریخی نسبت ہے مگر پاکستان میں انسانی جانوں کا ضیاع ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس صورتِ حال کے اسباب و محرکات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ جمعیت العلماء کے سیکریٹری جنرل مولانا حیدری کے نزدیک یہ خودکش حملے حکومت پاکستان کی پالیسی کا نتیجہ ہیں، مولانا فرماتے ہیں: "پاکستان بارُود کا ڈھیر بن گیا ہے" مولانا کے برعکس میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولانا حیدری اور ان کے ہم نوا جہادی علماء کی اشتعال انگیزی اور دینی مدارس اس صورتحال کے ذمہ دار ہیں۔ میں اس سوچ کی تائید میں دلائل پیش کروں گا اور اس کی تردید میں تحریری دلائل کی توقع رکھوں گا۔

خودکش حملوں کی ذمہ داری حکومت اور دوسرے لوگوں پر ڈالنے کیلیئے جہادی علماء اور ان کی لابی بڑی شدّ و مد سے یہ بات دہراتی ہے کہ مغرب عالم اسلام کے خلاف گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہے اور مسلمان مظلوم ہیں، برۂ معصوم ہیں۔ ان کے بقول صدر بُش "صلیبی جنگوں" کا آغاز کر چکے ہیں، امریکی حکومت، برطانیہ اور دوسری سامراجی طاقتیں مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے والوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ اسرائیل گزشتہ 60 سال سے فلسطینی عربوں کو قتل کر رہا ہے اور عرب ممالک اور اسلام کے مقدس مقامات پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ کشمیری مسلمان بھی تقریباً اتنے ہی عرصے سے حق خود ارادیت سے محروم ہیں اور ہزاروں کشمیری جام شہادت نوش کر چکے ہیں، چیچنیا کے مسلمان بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں دوسرے مسلمان ممالک میں مغرب کی پالیسیاں، اسلامی ذہن رکھنے والوں کے خلاف ہیں۔ اس کے ردعمل میں مسلمانان عالم امریکہ اور ان کے حلیفوں سے ناخوش ہیں اور ان پر خودکش حملے کرتے ہیں، ان کے بقول یہی ایک راستہ باقی ہے لیکن اس دعویٰ کا خالی الذہن ہو کر تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ ہر ملک اپنے سیاسی اور دیگر مفادات کی روشنی میں اپنی خارجہ پالیسی مرتب کرتا ہے، دوسرے ممالک کی طرح یہ حق امریکہ، برطانیہ اوران کے حلیف ممالک کو بھی حاصل ہے۔ان ممالک کے ماہرین اور تھنک ٹینک اپنے سیاسی مصالح کے پیش نظر پالیسی مرتب کرتے ہیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ امریکہ کو دین اسلام سے بغض اور عداوت ہے اگر ایسی بات ہوتی تو امریکہ ،کویت اور بوسنیا میں مسلمانوں کے حق میں فوجی ایکشن نہ کرتا اگر مسلمانوں سے دشمنی ہوتی تو 11 ستمبر 2001 کے بعد امریکہ میں مسلمانوں کی امیگریشن اور داخلہ بند کر دیتا، ان کی مساجد اور اسکول سر بمہر کر دیتا، جائز قانونی کارروائی کا حق ہر ملک کو حاصل ہے، کیا مسلم ممالک میں مسلمان مجرموں کو سزا نہیں دی جاتی ؟ کیا لوگوں کے جرائم کی تفتیش نہیں کی جاتی ؟ کسی مجرم کو سزا دینا یا ملزم کے خلاف الزام کی تفتیش کرنا ''اسلام دشمنی'' کا ثبوت نہیں۔ بعض عرب ممالک (مصر، سعودی عرب، اردن ،مراکش، الجیریا، لبنان وغیرہ) کی طرح اسرائیل بھی امریکہ کا دوست اور حلیف ہے، یہ دوستی یکدم دشمنی میں نہیں بدل سکتی، جب بھی فلسطین کا مسئلہ حل ہوگا مغربی ممالک کے دباؤ اور اثر ورسوخ اور تعاون سے حل ہوگا، میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان ممالک کا اخلاقی اور سیاسی فرض ہے کہ فلسطین اور مسلمان ممالک کے متعلق متنازعہ مسائل حل کرانے کیلئے یہ ممالک عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دیانت دارانہ کوششیں کریں۔ کئی عرب ممالک اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں، جب فلسطین کا مسئلہ حل ہو جائے گا تو خود فلسطینی اور دوسرے عرب ممالک بھی اسرائیل کو تسلیم کرلیں گے۔ غالباً سب سے آخر میں پاکستان یہ قدم اٹھائے گا۔ اس وقت صورتحال عملاً یہی ہوگی ع

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

اگر جان کی امان پاؤں تو میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ فلسطین، کشمیر اور چیچنیا کے مسائل حل ہونے کے باوجود تشدد اور خودکش حملے ختم نہیں ہوں گے۔ یہ عناصر کوئی اور مسئلہ کھڑا کرلیں گے، مثلاً مغرب سے سامراجی ممالک کے سابقہ مظالم پر ''مالی معاوضہ'' کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا اور پھر اس کیلئے جدوجہد شروع ہو جائے گی یا پھر یورپ اور امریکہ میں مسلمان تارکین وطن کے سیاسی حقوق اور ان کیلئے شریعت اسلامی کے نفاذ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کیلئے جدوجہد میں خودکش حملوں کا آپشن بہرحال باقی رہے گا کیونکہ ان لوگوں کا اصل مقصد ایک مُلاّئی بین الاقوامی تھیا کریسی کا قیام ہے،نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر اور دوسری جانب تا با ساحلِ بحر ظلمات بلکہ تا بحرالکاہل!

اس بات پر بہت کم غور کیا جاتا ہے کہ ان مسائل کو خراب کرنے میں ہماری اپنی لغزشیں کس حد تک حائل ہوئی ہیں۔ افغانستان سے روسیوں کے انخلاء کے بعد جب سرفروش مجاہدین کے متحارب دھڑے جوتیوں میں دال بانٹنے لگے تو انہیں مکہ معظمہ بلا کر صلح صفائی کروائی گئی، جو دیرپا ثابت نہ ہوئی، فلسطین میں فتح اور حماس بات بات پر فائرنگ شروع کر دیتے ہیں، غزہ میں دونوں ایک دوسرے کی نعشیں گرانے میں جُتے رہے ہیں۔ شاہ عبداللہ نے مکہ شریف طلب کر کے اس خون خرابے کو بند کروایا ہے مگر تابہ کے؟ کشمیر میں کئی تنظیمیں ہیں ان میں مسئلہ کشمیر کے حل کے بارے میں اختلافات ہیں ان کشمیریوں کا بھی اسی کشمیر سے تعلق ہے جو ساٹھ سال سے عام انتخابات میں حصہ لے کر وہاں حکومت سازی کرتے ہیں، چیچنیا میں بھی ایک گروپ روس کا ہمنوا ہے، دوسرا مخالف اس قوم کی صورتحال میں کسی مقصد کے حصول کیلئے یکجہتی حاصل نہیں ہوسکتی، ہم اپنی خامیوں اور خرابیوں کا ذمہ دار بھی مغرب ہی کو گردانتے ہیں۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ کیا خودکش حملوں سے ان مسائل کے حل ہونے کی راہ ہموار ہوئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے، مسئلہ فلسطین اگرچہ پرانا ہے مگر متنازعہ علاقہ اور آبادی کم ہے اور اسرائیل وفلسطین بڑے ممالک کی فہرست میں شامل نہیں۔ یہاں عرصہ دراز سے خودکش حملے ہو رہے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ لوگ خودکش حملوں میں امت مسلمہ کے امام ہیں، میں نے ان خودکش حملوں کا مطالعہ کیا ہے کئی حملوں کی اسکیم ناکام رہی بعض گرفتار ہوگئے ، کئی ایک میں صرف ایک یا دو اسرائیلی مارے گئے، بعض میں اُن کا جانی اور مالی نقصان اچھا خاصا ہوا، میں نے ان خودکش حملوں کے اعداد وشمار اور ردِعمل میں اسرائیلی یلغار میں ہونے والے نقصانات کے گوشوارے بنائے ہیں، ان کی روشنی میں یہ کہنے کی پوزیشن میں ہوں کہ یہ سراسر گھاٹے اور خسارے کا سودا ثابت ہوا ہے۔ ان حملوں کے نتیجے میں فلسطینیوں کا جانی اور مالی نقصان بہت زیادہ ہوتا رہا ہے مگر یوں لگتا ہے کہ اس پہلو کا کسی نے جائزہ لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب لیڈر اور ان کے کارپرداز دوسروں کی اولاد کو قربانی کا بکرا بنانے کی پالیسی پر عمل کرتے ہوں!

خودکُش حملوں کے مخالفین پاکستان میں بجا طور پر ان کا رشتہ دینی مدرسوں سے جوڑتے ہیں، دینی مدرسے صدیوں سے قائم ہیں مگر ماضی میں ان کے اساتذہ اور فارغ التحصیل طلبہ کبھی خودکُش حملوں میں ملوث نہیں رہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماضی کے برعکس اب انہیں کون اس خطرناک راہ پر ڈال رہا ہے؟ اب یہ دینی مدرسے کیوں اس تشدد کا آلہء کار بن رہے ہیں؟ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ جہادی ملا ان طلبہ کو اپنے ایجنڈے کیلئے استعمال کرتے ہیں، انہیں حور وقصور کے جھانسے دیتے ہیں جو مدارس اس

قسم کے عناصر کے حلقہ اثر سے باہر ہیں وہ ان کا آلہ کار بننے سے بچ جاتے ہیں، بعض مدارس یقیناً دہشت گردی کی تربیت گاہیں اور پناہ گاہیں ہیں، حال ہی میں مسلم کرسچن فیڈریشن اور مرکز برائے مذہب و سیاست نے اسلام آباد میں ایک 6 روزہ "ورکشاپ" کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ میں کہا ہے کہ دینی مدرسے دہشت گردی کی تربیت گاہیں اور پناہ گاہیں نہیں ع

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

کیا اس "ورکشاپ" کے شرکاء نے دینی مدرسوں کے نصاب اور طریقہ تدریس کا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے؟ ان 6 دنوں میں انہیں کتنا علم ہوا کہ کس قسم کے تفسیری نکتے طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں؟ انہیں کسی نے بتایا ہے کہ "دارالحرب" سے کیا مراد ہے اور 56 مسلم ممالک کے علاوہ باقی ممالک کا status کیا ہے ع

بیٹھ سہیلی سنگ سکھیوں کے کچھ باتیں ہیں سمجھانے کی

میں مانتا ہوں کہ دینی مدارس کے نصاب میں شامل کسی بھی کتاب کا نام "اسلامی دہشت گردی" نہیں، نہ ہی ان اداروں میں "اسلام میں خودکش بمبار کی فضیلت" کے عنوان پر آپ کو کوئی درسی مقالہ نظر آئے گا۔ جا کر خود دیکھ لیجئے کہ "جہاد اور قتال" کے زیر عنوان کیا پڑھایا جاتا ہے؟ بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے "دارالاسلام" اور "دارالحرب" ممالک کا کیا نقشہ کھینچا جاتا ہے؟ "ذمی" اور "جزیہ" کی روشنی میں مسلمان ممالک میں رہنے والے دوسرے اور تیسرے درجے کے شہریوں کی مشکیں کسنے کیلئے اب کس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے؟ یہ سب مواد فقہی رسالوں، تفسیروں، تاریخ کی کتابوں اور جہادی علماء کی تصانیف میں موجود ہے، زیادہ توفیق نہ ہو تو مولانا مودودی صاحب کی تصانیف ملاحظہ فرمالیجئے، کسی محرم راز سے پوچھئے کہ تعصب کے دو دھاری خنجر، اطلس و کمخواب کے کن غلافوں میں چھپائے جاتے ہیں؟ نفرت کا جان لیوا زہر کن خوبصورت Capsules میں بھرا جاتا ہے؟ ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

میں نے اسلام پر خودکش حملوں کی "حوصلہ افزائی" کرنے کے الزام کی تردید کی نیت سے تحقیقی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے اس سلسلہ میں یورپ اور امریکہ کے صف اول کے محققین کی کتابیں پڑھی ہیں، اس وقت بھی 10 ایسی کتابیں میرے سامنے ہیں جن کے لکھنے والے یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور اپنی اپنی فیلڈ کے چوٹی کے ریسرچ اسکالر ہیں۔ انہوں نے حقائق اور معین اعداد و شمار کے ساتھ بات کی ہے۔ ان کے دلائل میں وزن ہے، یہ تلخ حقائق محض اس وجہ سے رد نہیں کئے جا سکتے کہ انہیں پیش کرنے والے "غیر مسلم" ہیں، پروفیسر میا بلوم (Mia Bloom) نے اپنی کتاب میں 17 ممالک میں 312 خودکش حملوں کا تجزیہ پیش کیا ہے، ان حملوں کا تعلق صرف چار سالوں (2000 تا 2003) سے ہے، ان میں مجموعی طور پر 5354 افراد ہلاک ہوئے ان 17 ملکوں میں سے صرف 2 یعنی چین اور سری لنکا میں خودکش حملہ آور غیر مسلم تھے۔ چین میں ایسے 2 اور سری لنکا میں 19 حملے ہوئے ان مسلمان ممالک اور علاقہ جات کے نام ملاحظہ فرمالیجئے جہاں مسلمان خودکش حملہ آوروں نے یہ "خدمت اسلام" سر انجام دی۔

افغانستان، پاکستان، انڈونیشیا، عراق، کشمیر، مراکش، فلسطین و اسرائیل، سعودی عرب، تیونس، ترکی اور یمن یہ تمام خودکش حملہ آور مسلمان تھے۔ باقی "غیر مسلم" ممالک یعنی چیچنیا، روس، کینیا، فلپائن، امریکہ (یو ایس اے) ہیں، ان تمام ممالک میں خودکش حملہ آور بھی مسلمان ہی تھے۔

مصنفہ نے 2003 کے بعد کئے جانے والے خودکش حملوں کا ذکر نہیں کیا۔ لندن (برطانیہ) اور میڈرڈ (اسپین) کے ریلوے سسٹم پر خودکش حملوں میں سینکڑوں لوگ مارے گئے، یہ بھی مسلمان دہشت گردوں کی کارروائی تھی۔ لندن کے "مجاہدین" تو پاکستانی نژاد تھے، آج ہی 15 (فروری 2007) اسپین کے سانحہ میں ملوث دہشت گردوں کے 29 معاونین پر مقدمہ کا آغاز ہوا ہے، اگر ان کا جرم ثابت ہوگیا تو انہیں مجموعی طور پر 10 ہزار سال تک کی قید کی سزا سنائی جاسکتی ہے جو قارئین پروفیسر بلوم کے پیش کردہ نقشہ جات اور گراف خود ملاحظہ کرنا چاہتے ہوں وہ مندرجہ ذیل کتاب دیکھیں۔

Dying to Kill, Mia Bloom Ed. 2005

Columbia University Press یہ مواد کتاب کے آخر میں 11 صفحات کے Appendix پر مشتمل ہے یعنی صفحہ 192 کے بعد۔

آپ خدا لگتی کہیئے کہ مندرجہ بالا اعداد و شمار اور کوائف سے کون سی تلخ حقیقت واضح ہوتی ہے؟ مگر میں بابانگ دہل کہتا ہوں کہ اس میں اسلام مظلوم کا ذرہ بھر قصور نہیں اور نہ ہی قرآن و سنت پر کسی قسم کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔

قرآن وسنت دونوں خودکشی کی مذمت کرتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے خودکشی کے ایک مرتکب کو جہنمی قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

1۔صحیح بخاری مترجم مع عربی متن، جلد اوّل، حدیث نمبر 1280 باب مَاجَآءَ فی قاتل النفس صفحہ 601,600 ناشر جہانگیر بک ڈپو لاہور۔

2۔ایضاً، جلد دوم حدیث نمبر 59 صفحہ 109,108۔

علمائے سُو نے عہد ملوکیت میں جابر سلاطین کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جہاد وقتال کی غلط تعبیریں کیں اور دارالاسلام اور دارالحرب کی اصطلاحیں وضع کیں اور ان کیلئے قوانین گھڑے جن کو سہارا دینے کیلئے جھوٹی حدیثیں تصنیف کیں۔خودکش حملہ آوروں کی کھیپ تیار کرنے کیلئے کام آنے والا یہ ''سرمایہ'' انہی علماء اور فقہاء کا تیار کیا ہوا ہے، بدقسمتی سے اسلام اور قرآن کو ان لوگوں کی کئے دھرے کی قیمت ادا کرنا پڑ رہی ہے۔

اسلام اس معاملے میں استحصال کا شکار ہوا ہے، قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں بھی 72 حوروں سے نکاح بیاہ رچانے کا وعدہ موجود نہیں، نہ ہی کسی صحیح حدیث میں 72 حوروں کا ذکر موجود ہے، نہ ہی کسی حدیث میں ہمیں یہ منظر نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ نے جہاد پر روانہ کرتے وقت صحابہ کو 72 حوروں کا وعدہ یاد دلایا ہو پھر ہمارے علماء 72 حوروں کی گردان کرنے پر کیوں مصر ہیں؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کرنے کی سزا جہنم ہے؟ یہ لوگ اس قسم کے وعدوں کے سبز باغ دکھا کر نوجوانوں کو خودکش حملوں کیلئے بھجواتے ہیں اور ان کی ہلاکت کے بعد ان کی قبر پر چادریں ڈال کر ''72 حوروں کا شہزادہ'' کا کتبہ نصب کرتے ہیں ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جب قرآن مجید اور صحیح حدیث میں 72 حوروں کا نام ونشان موجود نہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں 72 حوروں کی بات کہاں سے چلی؟ صحاح ستہ کی ایک کتاب، سنن ابن ماجہ میں صرف ایک ''حدیث'' (نمبر 4337) میں ہر جنتی مرد کا 2 حوروں اور 70 کافروں کی عورتوں سے نکاح منعقد کرنے کی خوشخبری موجود ہے۔میں تو اسے صحیح حدیث تسلیم نہیں کرتا اور اسے حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے میری روح کانپتی ہے، ویسے بھی خلاف عقل ہے۔کافروں کی عورتیں بھی کافر ہی ہوں گی، اُن کے مردوں کو جہنم میں جھونک دیا گیا مگر ان کی عورتوں کو اہل ایمان کیلئے جنت میں بھجوانا ضروری سمجھا گیا۔ اس کتاب کے مترجم ''حضرت علامہ وحید الزمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' اس تعداد پر مطمئن نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کے تشریحی نوٹ میں انہوں نے اس تعداد کے اضافے پر اصرار فرمایا ہے۔

خودکش حملوں کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ان کے مطالعہ سے اس فتنے کے کئی پہلو سامنے آئے ہیں۔ ''برین واشنگ'' کا اس میں بڑا کردار ہے۔انتہاء پسند تنظیموں کے ایجنٹ نوجوانوں کو پھانسنے کے بعد نفسیاتی طریقہ سے انہیں جانوں کا نذرانہ دینے پر آمادہ کر لیتے ہیں، بعض کی سادگی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور انہیں چالاکی سے بھرتی کر لیا جاتا ہے، CBS ٹیلی ویژن کی مڈل ایسٹ میں متعین نمائندہ خاتون نے اپنی کتاب (Army of Roses) میں ایک ایسی ہی فلسطینی لڑکی کا واقعہ درج کیا ہے۔15 سالہ شیریں ربیعہ کو اس کے خالو نے خودکش حملہ آور بننے پر اُکسایا۔لڑکی کو گھر اور اسکول دونوں مقامات پر مسائل تھے، خالو نے نہ اسے مسئلہ فلسطین سمجھایا اور نہ ہی اسرائیل کے مظالم کا ذکر کیا۔لڑکی کا خاندان اور خالو دونوں اسرائیلی علاقے بیت اللحم میں رہ رہے تھے، خالو نے شیریں کو بتایا کہ خودکش حملے کے بعد جب تمہاری آنکھ کھلے گی تو تم جنت میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے دسترخوان پر تمہیں کوئی فرد بھی تنگ نہیں کر سکے گا، یہ سادہ لوح بچی بارودی بیلٹ پہن کر گھر سے نکلی مگر اسرائیلی پولیس نے گرفتار کر لیا حکام نے پوچھ گچھ کے بعد اسے رہا کر دیا مگر خالو اب بھی تل ابیب کی جیل میں ہے۔شیریں کے والدین کو اس ''سازش'' کا علم اس کی رہائی کے بعد ہوا۔شیریں کی والدہ اب بھی احتجاج کرتی ہے کہ اس خالو کے اپنے بچے بھی ہیں اس نے اس کام کیلئے میری بچی کا انتخاب کیوں کیا؟ اس واقعہ کی تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

Army of Roses by Barbara Victor Ed. 2003

Publisher Rodale' pp.260-264

خدا جانے عالم اسلام میں برین واشنگ کی ایسی مشینیں کہاں کہاں دھڑ دھڑ چل رہی ہیں!!

(اُردو لنک 23 فروری تا یکم مارچ 2007 صفحہ 10)

زیارتِ حرمین

عطاء المجیب راشد

لِلّٰہِ الحمد کہ قسمت یہاں لے آئی ہے
آج مدّت کی تمنّا تھی جو بَر آئی ہے

میں ہوں اس شہرِ مقدس کی زمیں پر جس کی
میرے مولیٰ نے کئی بار قسم کھائی ہے

ہے نگاہوں میں ترے بیتِ حرم کا جلوہ
مجھ تہی دست کی کیسی یہ پذیرائی ہے

دیکھ کر خانۂ کعبہ کو یوں آنکھوں کے قریب
کیفیت دل میں تلاطم کی اُمڈ آئی ہے

بیتِ معمور ہر اک اسود و احمر کے لئے
مرکزِ قلب و نظر ، راحتِ زیبائی ہے

کوئی لمحہ نہیں ایسا کہ حرم ہو خالی
جا بجا سجدہ کناں اک ترا شیدائی ہے

اپنے اشکوں میں نہایا ہُوا اُجلا ہو کر
شاہ و مفلس تری قربت کا تمنائی ہے

میں بھی ہوں ایک سوالی ترے در پہ مولیٰ
تشنہ لب لوٹ کے جاؤں تو یہ رسوائی ہے

مجھ کو دے جو ترے محبوبؐ نے مانگا تجھ سے
اس سے بڑھ کر مجھے کیا طاقتِ گویائی ہے

حضرت اماں جانؓ اور رسول بی بیؓ کے ساتھ میرے گزرے لمحات

شمیم اختر، اٹلانٹا

دوسری جنگ عظیم کے دوران میرے والد صاحب کی ملازمت ایبٹ آباد میں تھی۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو گھر کے قریب ترین ہندوؤں کے سکول میں میرا اور میرے بھائی کا داخلہ ہوا۔ تعلیم اعلیٰ معیار کی تھی مگر ناچ گانے کی تعلیم میرے والدین کے لئے ایک ناپسندیدہ فعل تھا۔ 1945 میں جنگ کے خاتمے پر والد صاحب کی ملازمت بھی ختم ہوگئی۔ اسوقت چند بڑے جاگیرداروں نے انہیں زندگی کی تمام سہولتیں دے کر فیملی ڈاکٹر بنانے کی پیش کش کی مگر میرے والدین نے بچوں کو دینی تعلیم دلوانے کی خاطر قادیان جانا پسند کیا۔ ہماری خوش نصیبی کہ ہم اسی سال کے آخر میں قادیان چلے گئے۔ اور پھر 1947 کی تقسیم ہند تک ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم خاندان کی قربت میں رہنے کا موقعہ ملا۔

اس وقت قادیان ایک چھوٹا قصبہ تھا۔ احمدیہ جماعت اپنی ابتدائی سادہ حالت میں تھی۔ نمود ونمائش کا کوئی تصور نہ تھا۔ ضروریاتِ زندگی اسٹیشن، ڈاکخانہ، ہسپتال اور سکول سب موجود تھے۔ لیکن چھوٹے پیمانے پر چند پختہ سڑکیں اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں۔ باقی پگڈنڈیاں یعنی کچے راستے لوگوں نے اپنی سہولت کے لئے بنا لئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اولین صحابہ کرام کی رہائشیں چھوٹے رقبے پر محیط تھیں۔ آپ کے مکانوں سے ملحق مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، لنگر خانہ، مدرسہ احمدیہ اور ہوسٹل کی سادہ عمارتیں تھیں۔ میرے پڑنانا حافظ حامد علیؓ صاحب کے پاس دوسرے کاموں کے علاوہ شعبہ مہمان نوازی بھی تھا۔ اس لئے انہیں مہمان خانے کی بالائی منزل پر ایک چھوٹا کمرہ بطور فیملی رہائش گاہ ملا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ کی اولادوں کی شادیوں کا جب سلسلہ شروع ہوا تو گھروں کو وسیع کرنے کی غرض سے ابتدائی قادیان کے گردونواح میں گھر اور کوٹھیاں تعمیر ہونے لگیں۔ جس سے نئے محلوں کے وجود میں آنے سے قادیان شہر میں تبدیل ہوگیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے جہاں اپنی کوٹھی بنوائی، ان کے راستے میں حافظ حامد علیؓ صاحب کی تین بیٹیوں کے گھر بھی تعمیر ہوگئے۔ جبکہ دوسری بیٹی آمنہ قریب ہی فیض اللہ چک میں بیاہ کر چلی گئی۔ حضرت اماں جانؓ کی حافظ صاحب کی بیوی رسول بی بیؓ یعنی میری پڑنانی سے گہری محبت تھی۔ آپ دونوں کے بچے بھی تقریباً ہم عمر تھے۔ رسول بی بیؓ نے حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب کو اپنی بیٹی آمنہ کے ساتھ دودھ پلایا۔ اس طرح انہیں حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب کی رضائی والدہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت اماں جانؓ دارالمسیح سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی کوٹھی جاتے وقت یا واپسی پر رسول بی بیؓ صاحبہ سے ضرور ملنے آتیں۔ واقعات تو یقیناً وقت کے ساتھ بہت گزرے ہوں گے مگر اب ذہن انہیں یاد کرنے سے قاصر ہے۔ پھر بھی چند ایک واقعات جو مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ذیل میں تحریر ہیں:

1۔ گرمیوں کے دنوں میں سہ پہر کو ہم محلے کے بچے باہر کھلے میدان میں سٹاپو یا پٹھو گرم کھیلتے۔ حضرت اماں جانؓ کو پیدل آتے ہوئے پہچان لیتے۔ اس پر کھیل چھوڑ فوراً حافظ صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی سعیدہ کے گھر کی طرف بھاگتے کیونکہ رسول بی بیؓ صاحبہ نابینا ہونے کے بعد زیادہ تر ان کے پاس رہتی تھیں۔ گھروں کے صحن عموماً کچے ہوتے۔ چنانچہ تپتی ہوئی مٹی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بار بار پانی چھڑکا جاتا۔ آپ کے لئے جذبہء خدمت کے تحت ایک بچہ کنویں سے ٹھنڈا پانی لا کر بار بار زمین پر چھڑکاؤ کرتا۔ دوسرا بچہ کمرے سے کھجور کی بنی ہوئی یعنی چھوٹی چارپائی لا کر صحن کے ایک کونے میں انار کے درخت تلے بچھا دیتا۔ اس پر بھی پانی پھینکا جاتا کہ گرمی کی بھڑاس نکل جائے۔ پھر کوئی بچہ یا سعیدہ ہاتھ پکڑ کر باہر لے آتی اور کھٹولی پر بٹھا دیتی۔ کبھی حضرت اماں جانؓ بذاتِ خود بٹھا کر ساتھ تشریف فرما ہو جاتیں۔ اس کے بعد آپ اپنی گفتگو کا آغاز بڑے پیارے لہجہ میں رسول بی بی کہہ کر کرتیں۔ ان لفظوں کی گونج کبھی کبھی میرے ذہن میں اٹھتی ہے تو اس سارے خوبصورت منظر کی فلم آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگتی

ہے۔جس میں دل و دماغ ایسے ڈوبتے ہیں جن سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔ آپ کی باتیں شروع ہونے پر سعیدہ اپنے گھریلو کاموں میں مشغول ہو جاتی۔اور ہمارا بچپن تھا ظاہر تھا اپنے کھیل میں شمولیت کی جلدی ہوتی۔کیا خبر تھی کہ یہ گھڑیاں اس قدر انمول قیمتی بن جائیں گی۔کاش۔۔۔بسا اوقات حضرت اماں جانؓ واپسی پر حافظؓ صاحب کی سب سے بڑی بیٹی زینب (میری نانی) اور تیسری بیٹی عائشہ زوجہ مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحب کے گھروں میں تھوڑی تھوڑی دیر بیٹھ کر جاتیں۔

آپ کالا برقعہ پہنتی تھیں۔آپ کا جسم پتلا دُبلا اور قد درمیانہ تھا۔نوابی ساکھ قائم رکھتے ہوئے ہلکا پھلکا لباس زیب تن ہوتا۔ایک دفعہ آپ نے سبز سلک کا چوڑی دار پاجامہ پہناہوا تھا جس کے پائینچے پر سنہری گوٹے کی دھنک لگی تھی۔ پھولدار قمیص، ململ کے کلف لگے چُنے دوپٹے پر بھی سنہری گوٹے کی چٹکی اور پاؤں میں سلیم شاہی کُھسہ آپ پر ایسا جچ رہا تھا جس کی جھلک آج بھی آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کر دیتی ہے۔آپ کو میں نے ہمیشہ آہستہ چلتے دیکھا۔اور دھیمی آواز میں بات کرتے دیکھا۔

2۔ یہ واقعہ نمازِ جمعہ کے بعد اپنے صحن میں اپنی بہوؤں بیٹیوں سمیت ساری عورتوں اور بچوں کو اکٹھا کرنے کا ہے۔آپ فرداً فرداً سب کا حال احوال پوچھتیں پھر وعظ و تلقین فرماتیں۔جس میں دُعا پر خاص زور ہوتا۔آپ کا یہ جملہ ''بیٹیو! اپنے اعلیٰ مستقبل کے لئے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے خود اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو'' خوب ذہن نشین ہے۔

3۔ یہ واقعہ میری نانی اماں زینب بی بی صبر اور غصہ پینے کے تعلق میں بیان کیا کرتی تھیں۔اس کا ذکر ہم نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا۔یہ بات تو سبھی لوگ جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالعموم حضرت حافظ حامد علیؓ صاحب کو مع فیملی سفر پر لے جایا کرتے تھے۔ایک دفعہ لاہور گئے تو دشمنوں نے ایک ایسے فقیر کو hire کیا جو صبح سے شام تک آپ کے دروازے کے سامنے سارنگی پر گھوڑیاں گاتا۔اور ان کے سُر میں آپ کو گالیاں دیتا اور برا بھلا کہتا۔حضرت اماں جانؓ صبح 9-10 بجے کے قریب آپ علیہ السلام کو سردائی جو کہ بادام اور خشخاس کو ہاتھ سے گھوٹ کر تیار کی جاتی تھی پینے کے لئے بھجتیں۔آپؑ کی ذرّہ نوازی تھی کہ آپ اُس فقیر کو بھی ایک گلاس دینے کا پیغام بھجوا دیتے۔اس پر حضرت اماں جانؓ ناراض ہو کر پکار اٹھتیں کہ وہ تو سارا دن آپ کو گالیاں دینے میں خون پسینہ ایک کرتا ہے اور آپ اس کی کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ بحال کرنے کیلئے سردائی پلاتے ہیں۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے اس بیچارے کا کیا قصور؟ وہ تو ہمارا مہمان ہے۔اور ہماری خاطر سارا دن ڈیوٹی دیتا ہے۔آپؑ ہی نے کیا سچ فرمایا ہے

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

دُعا

سیدہ حفیظۃ الرحمٰن

یاالٰہی تُو ہم کو دے توفیق
کیونکہ تو ہے رحیم اور رحماں

تیرے حکموں پہ چلیں ہم دن رات
دل سے ہم مان لیں تیرے فرماں

ہم سے تُو خوش ہو، تجھ سے ہم راضی
جسم سے جب ہمارے نکلے جاں

ہوں تیری بندی حفیظۃ الرحمٰن
چاہتی ہوں میں تجھ سے تیری اماں

دُور کر میرے بوجھ اے مولا!!
راستہ مجھ پہ اپنا کر آساں

اتقیا میں مجھے بھی شامل کر
رحم کر، رحم مجھ پہ اے سبحاں

ڈھانک دے میرے عیب اے ستّار!
کہ میں رکھتی ہوں تجھ پہ نیک گماں

دل سے اپنے میں ہوں غلامِ امام
کر مدد میری ظاہر و پنہاں

بیگم ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام (نوبل انعام یافتہ)
محترمہ امتہ الحفیظ صاحبہ وفات پاگئیں

عاتکہ صدیقہ، لاس اینجلس

13 مارچ بروز منگل 2007 کی دوپہر کو ظہر کی نماز کے وقت، فرشتہ سیرت، زہد و تقویٰ سے مزیّن، نیک دل اور مہمان نواز اپنے خالق سے رضا بالقضا کا مجسمہ، محترمہ امتہ الحفیظ، بیگم ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام نوراللہ مرقدہ کی روح اپنے خالقِ حقیقی کی طرف چند گھنٹوں کی علالت کے بعد پرواز کرگئی، اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔ انہیں مرحومہ لکھتے ہوئے قلم بھی لڑکھڑاتا ہے چند ہفتے قبل وہ لندن سے تشریف لائیں اور اپنی بڑی صاحبزادی ڈاکٹر عزیزہ رحمٰن، بیگم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب کے پاس قیام پذیر تھیں۔ تکلیف سے چند گھنٹے قبل ڈاکٹر کو اپنا کان دکھا کر آئیں اور چند مہمانوں کو لنچ پر مدعو کر رہی تھیں۔ اتنے میں طبیعت خراب ہوئی اور گھر کے پاس ہی ہسپتال لے جایا گیا۔

سنتالیس (47) برس سے زیادہ کی ہم نوائی اور قدم قدم کی رفاقت قریباً سوا دس سال کی عارضی مفارقت کے بعد ربّ العالمین کے حضور اپنے رفیقِ راز عظیم المرتبت شوہر سے جاملیں۔ آپ نے 17 فروری کو ایک محفل میں حضرت مرزا طاہر احمدؒ امام جماعت احمدیہ کے ایک رویاء کے حوالے سے اپنی ڈاکٹر صاحب سے دائمی رفاقت کا ذکر کیا کہ اگلے جہاں جنت میں بھی آپ ہی ڈاکٹر صاحب کی رفیق ہیں۔ بیگم صاحبہ کے درد اور اطمینان کے ملے جلے جذبات میں ڈوبے ہوئے الفاظ سے انکی آواز بھرّا گئی اور حاضرین میں سراسیمگی اور سناٹا چھا گیا۔ انکے والد چوہدری غلام حسین صاحب قرآن مجید اور حدیث کے عالم اور صاحب کشف بزرگ تھے آپ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ محترمہ موصوفہ کے پانچ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی صاحب آپ کے والد غلام حسین کے رفیق تھے۔ شیخ صاحب نے چوہدری محمد حسین والد ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی سوانح میں غلام حسین صاحب کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

تقریباً تین دہائیوں تک لندن میں خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کی صدر رہیں۔ 1982 میں آپ پہلی بار لاس اینجلس تشریف لائیں۔ محفل خواہ نجی ہو یا مذہبی، تعلیم، تربیت کے پروگراموں میں بیشتر اوقات خواتین اور کم عمر بچیوں کو آپ کی نصائح سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ وہ مذہب، انسانیت، اسلامی کلچر اور مغربی معاشرے میں مسلم خواتین، ایسے اہم فکری موضوعات کو اپنی تقاریر کا موضوع بنایا کرتی تھیں اور ایسے سوالات جو مغربی تہذیب کے زیرِ اثر نئی نسل کے دِلوں، ذہنوں اور پورے وجود سے پیدا ہوا کرتے ہیں، وہ سب کے سب سوالات کے جواب دیا کرتی تھیں۔ انکی کمی کا اندازہ اور اس خلاء کا احساس، ذی شعور اہل فکر و نظر کے علاوہ عوام بھی کر سکتے ہیں۔ اس خلا کو پُر کرنے کیلئے دربار الٰہی میں ہم سب دعا گو ہیں۔ اس سانحے اور اس ناگہاں موت کی خبر نے انکے اعزا اور چار بچوں کو بے حد سوگوار کیا ہے۔ انکی غیر معمولی ذکاوت کا اندازہ انکے تذکرہ رویاء سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ لگتا ہے انہیں القاء ہوا تھا جس کا انہوں نے 17 فروری کی شام کو خواتین کی محفل میں ذکر کیا۔ انکی نیکیاں صدقہ جاریہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ انکا وجود سراپا رحمت اور نگاہ دعا تھی۔

گزشتہ برس وہ لندن واپس لوٹنے والی تھیں تو ان سے چند سوالات کرنے کا موقع ملا جو آئندہ کسی اشاعت میں پیش کئے جائیں گے۔ ہماری آنکھیں ان کی یاد میں اشکبار ہیں۔ خدا تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے، نیک خواہشات کو شرفِ قبولیت بخشے اور پس ماندگان کو یہ صدمہ عظیم برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے، (آمین)۔

ناصرانِ دین سے

محمد ظفر اللہ خان، فلاڈلفیا

کرو کوشش جوانو قوّتِ دیں پھر سے ہو پیدا
گلستاں میں بہاروں کا ہو گویا عہدِ نو پیدا

تمہاری روح کو اسلام کی غُربت جگا ڈالے
اِسی نسبت سے ہو تم میں صحابہؓ کی سی خُو پیدا

نفاق و اختلافِ ناشناسی خود ہی مٹ جائیں
ہو تم میں اتفاق و خُلّت و الفت کی بُو پیدا

بنو تم ناصرانِ دیں کہ از درگاہِ ربّانی
تمہارے واسطے عالم میں ہو نُصرت کی رو پیدا

اگر ہو تم کو فکرِ عزّتِ دیں تو نگاہِ حق
کرے اپنی لقائے خاص کے جام و سبو پیدا

کُھلے دستِ عطا کوئی اگر اسلام کی خاطر
ہو ناگہ غیب سے اک دستِ قدرت روبرو پیدا

کوئی اس راہ میں دینے سے مُفلس ہو نہیں سکتا
خدا خود حافظ و ناصر ہے گر ہمت کرو پیدا

بنو اس عمرِ دو روزہ میں تم خدامِ دیں یارو
نہ ہو تا وقتِ رُخصت تلخئِ صد آرزو پیدا

اگر پوری کرو ہر حال میں تم دیں کی امیدیں
شبِ صد یاس و غم میں بھی ہو اِک رحمت کی ضو پیدا

صحابہؓ سا اگر اُسوہ تمہارا آج ہو جائے
برائے دین ہو سرچشمۂ اسبابِ نو پیدا

بھرو تم جان و دل سے اپنی قربانی کے پیمانے
ہو گر آبِ بقائے جاوداں کی جستجو پیدا

ثوابِ نصرتِ دیں مفت لوٹو آج تم ورنہ
قضائے آسماں ہر حال میں عالم میں ہو پیدا

یہی تقدیرِ ربّانی ہے ، گُزرا وقت لوٹ آئے
وہ شان و شوکتِ اسلام پھر ہو چارسو پیدا

خدایا تیری نظرِ خاص میں ہوں ناصرانِ دیں
بچا اُنکو جو کوئی ابتلا ہو دوبدو پیدا

ترے ابرِ کرم سے یوں ہو اُن کی روح میں جل تھل
فقط تیری رضا کی جنتوں کی ہو نمو پیدا

شادی

انسانی زندگی کا نیا دور، نت نئے مسائل

ڈاکٹر ظفر وقار کاہلوں، ٹورانٹو، کینیڈا

انسان اس سرائے فانی دُنیا میں میں قدم رنجہ فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے توسط سے اُسے رحمی رشتے، تعلقات اور کئی دیگر چیزیں بلا اُسکی کوشش ومحنت اور پسند ناپسند کے مل جاتی ہیں۔ انسان کے ماں باپ، بہن بھائی، خاندان، اُسکی شکل وصورت، رنگ روپ اور قد وقامت اس زُمرے میں آتے ہیں جہاں انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے۔ قدرت کی طرف سے انسان کو بالغ وباشعور ہونے کے بعد زندگی میں اپنے لئے بعض رشتے اور بعض خاص چیزیں منتخب کرنے میں کسی حد تک اپنا اختیار دیا گیا ہے۔ پڑھائی میں اپنی پسند کا شعبہ اختیار کرنا اور پڑھائی مکمل ہونے پہ مواقع اور حالات کے مطابق اپنی پسند کی ملازمت اور اپنی پسند کی جگہ پہ ملازمت ڈھونڈنا اور منتخب کرنا کسی حد تک اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ اِسی طرح جوان ہونے کے بعد شادی کیلئے مناسب رشتہ ڈھونڈنے اور منتخب کرنے میں بھی انسان کو ایک قسم کی آزادی دی گئی ہے۔ جوان ہونے کے بعد کوشش کی جانی چاہیئے کہ شادی ہر ممکن جلد ہوجائے ورنہ ماحول کی آلودگیوں سے متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں جو بعد ازاں شادی کی کامیابی میں رکاوٹ کا باعث بن کر انفرادی اور اجتماعی سطح پہ خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ دوسری طرف شادی پڑھائی وغیرہ میں رکاوٹ کا باعث نہیں بلکہ مدد کا باعث بنتی ہے۔ شادی انسان کی زندگی میں ایک انتہائی اہم موڑ ہوتی ہے اور شادی کیلئے رشتہ طے کرنے کا فیصلہ ایک انسان کی زندگی میں اہم ترین فیصلوں میں سے ہے اگر یہ فیصلہ جلد اور درست کیا گیا ہو تو انسان کی ازدواجی زندگی سکون وراحت کا مرقع بن جاتی ہے بصورتِ دیگر انسان مسائل اور پریشانیوں میں بُری طرح سے اُلجھ جاتا ہے اور ان معاملات کو سلجھانا ایک بڑا چیلنج بن جاتا ہے۔

تعلقات کے مختلف نازک دائرے

شادی کے نتیجہ میں نئے تعلقات کا ایک سلسلہ وجود میں آتا ہے جس کے مختلف دائرے ہوتے ہیں۔ ان نئے تعلقات کا ابتدائی دائرہ خود میاں بیوی کے باہمی تعلقات پہ محیط ہوتا ہے جو پہلی اور اوّلین اہمیت کا حامل ہے۔ نئے تعلقات کا ایک دائرہ لڑکے کا لڑکی کے خاندان کے افراد سے تعلقات کا ہوتا ہے۔ اِسی طرح نئے تعلقات کا ایک اور دائرہ لڑکی کا لڑکے کے خاندان کے لوگوں سے تعلقات پہ مشتمل ہوتا ہے۔ اِن بیان کئے گئے نئے تعلقات کے علاوہ پہلے والے پیدائشی تعلقات جن میں لڑکی کے اپنے والدین سے تعلقات اور لڑکے کے اپنے والدین سے تعلقات بھی خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ تعلقات کے ان سب دائروں کی اپنی اپنی خاص اہمیت ہوتی ہے اور سب کو متوازن اور مناسب مقام دیا جانا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر شادی کا توازن بگڑ سکتا ہے۔

سنگل فیملی سسٹم معاشرہ کی شادیاں

ایک مکتبہ فکر میں جو سنگل فیملی سسٹم والے معاشرے ہیں جیسے مغربی مما لک ہیں جہاں شادی کے بعد ماں باپ کا گھر ایک اجنبی گھر بن جاتا ہے اور شادی شدہ جوڑا اپنے الگ گھر میں رہائش اختیار کر لیتا ہے۔ یہاں پہ عموماً لڑکے لڑکیاں ماں باپ کو عملاً درمیان میں لائے بغیر شادیاں کرتے ہیں۔ ان کے ہاں میاں بیوی کے تعلقات کا دائرہ ہی اصل اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ دوسرے

دائروں کے تعلقات جیسے ماں باپ اور دیگر عزیز و اقارب ہیں محض واجبی اور برائے نام سے ہوتے ہیں اور عموماً اِن کا کوئی عملی اثر میاں بیوی کے تعلقات پہ نہیں پڑتا۔ ان کے ہاں شادی کے بعد کچھ عرصہ گزر جانے پہ میاں بیوی کے تعلقات کے دائرہ کے علاوہ باقی تعلقات کے دائرے تقریباً معدوم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح پرندوں کے بچے بڑے ہونے پہ گھونسلہ چھوڑ جاتے ہیں عین اسی طرح ان کے ہاں ہوتا ہے کہ بچے بڑے ہونے پہ اپنی الگ دُنیا بسا لیتے ہیں اور والدین تنہا رہ جاتے ہیں پھر بوڑھے ہونے پہ بے سہارا والدین اولڈ پیپل ہاؤسز وغیرہ میں زندگی کے آخری ایام کاٹ رہے ہوتے ہیں۔ غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ آج کے یہ نوجوان جو اپنے والدین کو چھوڑ کر اپنے زعم میں زندگی کے مزے لُوٹ رہے ہوتے ہیں کل کو انہی اولڈ پیپل ہاؤسز کے مکین بننے والے ہوتے ہیں۔ بالکل نوعمری میں ہی ان کے لڑکے لڑکیاں اسکولوں کالجوں سے جنسی تعلقات والی دوستیوں (girlfriend & boyfriend) کا آغاز کرتے ہیں۔ پھر جونہی اُن کیلئے ممکن ہو کہ الگ رہ سکیں یہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بغیر شادی کئے اپنے ساتھی کے ساتھ رہ رہے ہوتے ہیں اور اس صورت میں کئی لڑکے لڑکیاں دس پندرہ سال اکٹھے رہنے کے بعد علیحدگی یا شادی کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر بالفرض شادی ہو جائے تو بیشتر صورتوں میں چند ماہ بعد طلاق ہو جاتی ہے اور پھر سے نئی دوستیاں اور تعلق شروع کئے جاتے ہیں۔ حیران کُن بات ہے کہ محض دوستیوں کے تعلق کی بنا پہ یہ جوڑے سالوں سال اکٹھے رہ رہے ہوتے ہیں جبکہ شادی کے بعد محض چند ماہ بھی بمشکل اکٹھے رہ پاتے ہیں اور علیحدگی ہو جاتی ہے۔ درحقیقت یہ ذمہ داریوں سے بچنے کی ایک خود ساختہ خطرناک روش ہے جو قسمہا قسم کے مسائل کو جنم دے رہی ہے اور معاشرے کا امن وسکون اور انسانی رشتوں کا تقدس پامال کر رہی ہے۔ بغیر شادی کے اور مختصر شادی کے بعد جو بچے پیدا ہوں گے اُن کی خاطر خواہ تربیت ہونا ممکن ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا ان غیر تربیت یافتہ بچوں کی کھیپ سے معاشرے میں جرائم اور بدیوں کی نرسریاں وجود میں آتی ہیں جو معاشرے میں بھیانک قسم کے قاتل (serial killer)، منشیات کے رسیا اور نفسیاتی مریض پیدا کر رہی ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں عورت مرد کی برابری اور عورت کے حقوق کا مصنوعی ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور اس ضمن میں سراسر ناانصافی اور ظلم کی روش اختیار کرتے ہوئے اسلام میں عورت کے حقوق پہ خواہ مخواہ بے بنیاد کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔ جبکہ خود یہ لوگ بیچاری عورت کی تذلیل کرنے کی تمام حدیں عبور کرتے جا رہے ہیں۔ گھر گاڑی سے لے کر عام روزمرہ کے کھانوں اور مشروبات کی فروخت کے اشتہار میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں عورت کے جسم کی نمائش ایک لازمی جزو بن کر رہ گئی ہے اور دن بدن ایک ایک کر کے تمام اخلاقی اقدار کا جنازہ نکلتا جا رہا ہے ان کے ہاں عورت خود بھی ان نمائشی حرکتوں کی رسیا ہو چکی ہے اور ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہے۔ سخت قوانین سے اِن کھلونوں کی توڑ پھوڑ سے کسی حد تک روکا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ اُمید رکھنا کہ کھلونوں کو عزت و احترام دیا جائے گا ایک خام خیالی ہی ہوگی۔ پھر جہاں پتہ ہو کہ قانون کی گرفت کیلئے کوئی ثبوت نہیں ہوگا تو پھر ایسی صورتوں میں عورتوں پہ ہر طرح کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ ان کے ہاں رائج مُلکی قوانین کے اسقام (loopholes) کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عورتیں اور مرد اپنے اپنے مفادات کی خاطر خانگی معاملات میں وکلاء کے ذریعہ ایک حالتِ جنگ میں رہ رہے ہوتے ہیں۔ ان جھگڑوں اور دیگر عدالتی جھگڑوں کی بدولت ان کے ہاں وکلاء کا طبقہ مالدار ترین بن چکا ہے۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ مگر ان کے نام نہاد فلاسفروں اور مفکروں کو یہ سب قباحتیں اور مسائل تو نظر نہیں آتے مگر شادی کے تناظر میں بوجہ اسلام کے خلاف سخت نفرت اور تعصب کی موٹی عینکیں پہنے ہونے کے اسلامی معاشروں میں لڑکی لڑکے کے علاوہ والدین اور دیگر عزیزوں کی رائے اور مشورہ سے ہونے والی شادیوں (arranged marriages) اور ایسے دیگر مسائل کو منفی انداز میں اچھالنے اور بدنام کرنے کا کوئی موقع یہ ہاتھ سے ہرگز جانے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور عدل وانصاف اور حق بات کی سمجھ، شعور اور کہنے کی طاقت وتوفیق عطا فرمائے آمین۔ ان کے ہاں شادی کا تقدس دن بدن پامال ہوتا جا رہا ہے اور اخلاقی بے رہروی کا بے کنار سمندر موجیں مار رہا ہے اور عدم برداشت اور اخلاقی پستی کی وجہ سے طلاق میں قطعاً کوئی مذائقہ نہیں سمجھا جاتا اور یوں طلاق کی شرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

کمبائنڈ فیملی سسٹم معاشرہ کی شادیاں

شادیوں کے تناظر میں دوسرے مکتبہ فکر جو کمبائنڈ فیملی سسٹم والے معاشرے جیسے ایشیائی ممالک ہیں جہاں اکثر صورتوں میں شادی شُدہ جوڑا اپنی

شادی کے چند سال بعد تک عموماً والدین کے گھر میں رہتا ہے۔ ان کے ہاں والدین اپنے بچوں کی شادیاں کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں بعض صورتوں میں تو شادی کے دن سے پہلے تک لڑکی لڑکے نے ایک دوسرے کو دیکھا تک نہیں ہوتا اور سارے مراحل والدین یا بڑے، بہن بھائی ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر چہ مستحسن بات یہ ہے کہ شادی سے قبل لڑکی لڑکے نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوا اور وہ اپنے بڑوں کی رائے اور اپنی رضا سے شادی کر رہے ہوں۔ ان کے ہاں میاں بیوی کے تعلقات کا دائرہ بیشک مرکزی اہمیت رکھتا ہے مگر دوسرے تعلقات کے دائرے بھی اپنی اپنی جگہ خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور کئی صورتوں میں اگر لڑکے یا لڑکی کے ماں باپ کو کسی فریق کی طرف سے نظر انداز کیا جائے یا کم اہمیت دی جائے تو ایک ہنگامہ کھڑا ہو سکتا ہے نتیجۃً ان ہنگاموں اور جھگڑوں کی وجہ سے یہ شادی ناکام ہوتی نظر آتی ہے اور بعض صورتوں میں تو لاکھوں ارمانوں اور حسین خوابوں کا خون ہوتے ہوئے شادی ناکام ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے ان کے ہاں میاں بیوی کے باہمی تعلقات کے علاوہ دیگر عزیزوں سے تعلقات کا بھی بھرپور خیال رکھا جانا از حد ضروری ہوتا ہے۔ ایک شادی شدہ جوڑے میں اگر کوئی بدگمانی وغیرہ (misunderstanding) پیدا ہو جائے جو خود اُن سے حل نہ ہو رہی ہو تو بیشتر صورتوں میں والدین یا دیگر عزیز اس کا حل ڈھونڈ نکالتے ہیں اور شادی کو کامیاب کرانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خود میاں بیوی کو کمبائنڈ فیملی سسٹم کی وجہ سے اپنے بڑوں کا احترام اور عزت بہت عزیز ہوتے ہیں اور وہ اس وجہ سے بھی اپنی شادی کو ہر ممکن صورت میں کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان سب عناصر کی وجہ سے ایسے معاشروں میں طلاق کی شرح خاصی حد تک کم رہتی ہے۔

شادی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے کے چند زرّیں اُصول

شادی کے بعد اوسط عمر کے لحاظ سے عموماً میاں بیوی نے تقریباً 35-40 سال کا عرصہ اکٹھے گزارنا ہوتا ہے۔ وہ خوش و خرم گزاریں گے یا رو دھو کر یہ اُن پہ منحصر ہے۔ اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ ہر دو فریق چونکہ اس خواہش اور عزم سے شادی کرتے ہیں کہ شادی کامیاب و کامران ہو گی اس لئے آسانی سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا تو یہ سراسر خام خیالی ہو گی۔ شادی کو کامیاب و خوشگوار بنانے کیلئے مربوط منصوبہ سازی اور مسلسل تگ و دَو درکار ہوتی ہے۔ عمومی طور پہ ہر فرد اپنے خاص خیالات اور عادات رکھتا ہے جو دوسروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ بیوی کو اگر خاوند اپنی طرح سوچنے اور کام کرنے والی بنانے کی کوشش کرے تو نادانی ہو گی۔ اسی طرح بیوی اگر اپنی سوچ و خواہش کے مطابق خاوند سے توقع اور تقاضے کرے اور خاوند کی فطرت کو سمجھنے کی بجائے اپنی بات پوری کروانے پہ زور دے تو یہ بھی خام خیالی ہو گی۔ عمومی طور پہ میاں بیوی کی زندگی کی گاڑی سکون سے رواں رہتی ہے مگر جب کہیں آپس میں اختلاف پیدا ہو تو اس کو بہت ٹھنڈے دل و دماغ کیساتھ طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور غصہ سے بچنا ازبس ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہ خطرناک شئے محبت اور سکون کی فضا کو لمحوں میں ملیا میٹ کر سکتی ہے۔ دونوں طرف سے کچھ دو اور کچھ لو اور ایک دوسرے کی کمزوریوں پہ درگزر کرنے کی حکمت عملی سے ممکنہ اختلافات کو لڑائی جھگڑا بننے سے بچا کر دوستانہ طور پہ سکون و راحت کی زندگی کا حصول ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم خاوند اور بیوی کیلئے چند راہنما اُصولوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

خاوند کی ذمہ داریاں

☆ خاوند گھر کا سربراہ ہوتا ہے اور شادی کی کامیابی یا ناکامی کا زیادہ ذمہ دار بھی خاوند ہی ہوتا ہے۔ خاوند کو بہرحال زیادہ ذمہ داری اور حکمتِ عملی دکھانا ہوتی ہے۔

☆ خاوند کی خواہش ہوتی ہے کہ بیوی تعاون کرنے والی اور بات ماننے والی ہو لیکن اگر ایسا نہ ہو رہا ہو تو اس مقصد کے حصول کیلئے بوجہ جسمانی طور پہ نسبتاً زیادہ طاقتور ہونے کے بعض خاوند اپنا رعب اور ڈر بیوی کے دل میں ڈالنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی یہ سراسر خام خیالی اور غلط لائحہ عمل ہے۔ دُنیا میں سوائے پیار محبت کے اور کوئی جادو کی چھڑی نہیں جو بیوی کو خاوند کی دل و جان سے اطاعت گزار بنا دے۔ اس کیلئے خاوند کا بیوی سے دوستانہ تعلق ہونا چاہیئے اور جب بیوی کی بات میں زیادہ معقولیت ہو تو بلا تردّد مان لینا چاہیئے۔

☆ خاوند گھر میں گزارے جانے والے وقت اور گھر کے باہر گزارے جانے والے وقت میں ہر ممکن حد تک توازن قائم رکھنے کی کوشش کرے بعض مرد شادی کے بعد ملازمت کے سوا سب تعلقات اور دوستوں وغیرہ کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور ہمہ تن بیوی کے ہو رہتے ہیں جبکہ بعض مرد شادی کے بعد گھر میں محض کھانا کھانے اور سونے وغیرہ کیلئے آتے ہیں باقی سارا وقت ملازمت اور دوستوں کیلئے وقف ہوتا ہے۔ یہ دو انتہائیں ہیں۔ اسلام اعتدال وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

☆ نیک، وفاشعار، با اخلاق اور متقی خاندانوں کا قُرب اور صحبت اختیار کرنی چاہیئے ایسا نہ کیا جائے تو نا قابلِ تلافی نقصان ہو سکتا ہے۔ مثلاً بیوی کی کوئی نادان سہیلی اور بعض صورتوں میں اُسکی ماں اور بہنیں اُسے خواہ مخواہ خاوند سے بدظن کر سکتی ہیں اور بے جا مطالبات کی لسٹ تھما سکتی ہیں۔ جس سے شادی ناکامی سے دوچار ہو سکتی ہے لہٰذا اُنکی بے جا مداخلت سے بیوی کو بچانا ضروری ہوتا ہے۔

☆ خاوند کو حسب توفیق کبھی کبھار ہوٹل میں کھانا کھانے اور پکنک ٹائپ پارٹی کا باہر کسی تفریحی جگہ پہ ضرور اہتمام کرنا چاہیئے۔ کام سے تھک کر آنے والے خاوند کیلئے گھر آرام اور سکون کی جگہ ہوتا ہے اسکے برعکس گھر کے کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال کی وجہ سے بیوی کیلئے گھر کام کی جگہ اور باہر نکلنا تازہ دم ہونے اور سکون کا ذریعہ ہوتا ہے۔

☆ ہر فرد خصوصاً خواتین اپنی اور اپنے کاموں کی تعریف پسند کرتی ہیں۔ ہر انسان میں کئی خوبیاں ہوتی ہیں لہٰذا بیوی کی حوصلہ افزائی اور تعریف مثلاً روزمرہ کے کھانے، اُجلے لباس، تعاون اور بچت کی عادت وغیرہ کی تعریف بظاہر معمولی مگر درحقیقت خانگی تعلقات کی بہتری کیلئے بہت ضروری ہے۔ دیگر افراد خانہ اور عزیزوں کی موجودگی میں تعریف کرنا بھی ضروری ہے۔

☆ بچوں، دیگر افراد خانہ یا کسی بھی تیسرے شخص کی موجودگی میں کسی بات پہ بیوی سے اختلاف پیدا ہو رہا ہو تو موضوع بدل دیں اور اس اختلافی بات پہ بیوی سے علیحدگی میں نرمی سے بات کریں۔ بیوی کی بات میں وزن ہو تو بلاتردد مان لیں۔

☆ خاوند اوّلین توجہ اپنی بیوی کی نفسیات، مزاج، پسند ناپسند وغیرہ کو سمجھنے پہ دے اور اپنی سوچ اور خیالات کا حامل بنانے کی بے سود کوشش نہ کرے۔

☆ گاہے بگاہے بیوی کو تحفے دیتے رہنا بیوی کے دل میں خاوند کی محبت اور قدر میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی طرح بیوی کے ماں باپ، بہن بھائیوں اور قریبی سہیلیوں کیلئے عید وغیرہ پہ تحفہ دینا بیوی کو ایک طور جذبہ احسان مندی سے سرشار کر دیتا ہے اور اُسکے دل میں خاوند اور اسکے عزیزوں کیلئے نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے۔

☆ خاوند کو چاہیئے کہ وہ روزانہ یا کبھی کبھار صبح یا شام کی سیر کیلئے بیوی کو ساتھ لیکر نکلنے کی ضرور کوشش کیا کرے۔

☆ بیوی کی خوشیوں اور اسکے مشاغل کا خیال رکھنا، خصوصاً اُسکی سہیلیوں اور رشتہ داروں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جب بیوی بات کرے تو نظر اُسکی طرف کرنی چاہیئے اور اخبار پڑھتے رہنا، ٹی وی دیکھتے رہنا یا بچوں کے ساتھ محو رہنا بُری بات ہے۔

☆ بیوی کی خامیوں کو خوبیوں میں بیان کریں، مثلاً اُسے بدھو اور بیوقوف کہنے کی بجائے بھولی اور سیدھی سادی کہیں۔

☆ بیوی کو آپ کہہ کر پکارا کریں اور اُسے اہمیت اور قدر کا احساس دلائیں۔ گھر آئیں تو پُرخلوص سلام کہیں اور اُسکی صحت اور خیریت کا پوچھیں۔ کہیں جائیں تو گاڑی کا دروازہ اُس کیلئے کھول دیں۔

☆ کچھ دنوں کیلئے کہیں جائیں تو فون پہ مسلسل رابطہ رکھیں اور ممکن ہو تو ای میل پہ سفر اور دیگر معاملات کی تفصیلات لکھتے رہیں۔

☆ بیوی کی دلچسپیوں میں شریک ہوں اور اپنی دلچسپیوں میں اُسے شریک کریں اور اُسے اپنائیت کا بھرپور احساس دلائیں۔

☆ اگر خاوند سے کبھی غلطی ہو جائے تو اعتراف کرنے اور معذرت کرنے سے بیوی کے دل میں قدر بڑھتی ہے اور بیوی بھی اپنی غلطی پہ بلاتردد معذرت کرنا سیکھ جاتی ہے۔ ایسے دو طرفہ طرزِ عمل سے بیشتر جھگڑے جنم لینے سے قبل ہی اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔

☆ بعض باتیں خاوند کی نظر میں معمولی ہوتی ہیں مگر بیوی کیلئے وہ غیر معمولی ہوتی ہیں۔ مثلاً ملازمت سے آنے پہ جوتے جرابیں اور کپڑے بے ترتیب ادھر اُدھر پھینک دینا، یا نہانے کے بعد غسل خانہ صاف نہ کرنا، تولیہ یونہی کہیں پھینک دینا۔ خاوند کو ایسی تمام حرکتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

☆ خاوند کو چاہیئے کہ وہ بیوی پہ اعتماد کرے اور گھر کے جملہ اخراجات کا اُسے ذمہ دار بنائے جب کوئی نسبتاً بڑی خریداری کرنی ہو تو دونوں اکٹھے با ہم مشورہ سے کریں۔

☆ خاوند کو اگر کبھی بیوی کا پکایا ہوا کوئی کھانا، ڈش یا کوئی اور چیز سخت ناپسند ہو تو بجائے بیزاری کا اظہار کرنے کے علیحدگی میں نرم اور پُرحکمت الفاظ میں سمجھائے

اور پسندیدہ باتوں پہ حوصلہ افزائی بھی ضرور کیا کرے۔

☆ خاوند کسی کی دعوت کرنا چاہتا ہو تو بیوی سے دعوت کے دن، وقت اور دیگر تفصیلات کے بارہ میں پہلے مشورہ کرلیا کرے۔

☆ عموماً عورت عورت سے حسد کرتی ہے۔ بیوی کے سامنے دوسری عورتوں کی تعریف کرنا، پٹرول کو ماچس دکھانے والی بات ہوگی۔

☆ بیوی سے کوئی غلطی ہو جائے یا کوئی چیز خراب ہو جائے تو سب کے سامنے اُسکی کلاس نہیں لینی چاہیئے اور نہ ہی غصہ میں مشتعل ہو کر بیوی پہ برسنا چاہیئے بلکہ وقتی طور پہ بہرحال درگزر اور صبر بہتر ہوتا ہے۔ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد علیحدگی میں نرم الفاظ میں سمجھانا چاہیئے۔ اسکی مثال اسطرح ہے کہ آپ گاڑی چلا رہے ہوں اور ایک چوک پہ سرخ لائٹ ہو اس پہ بجائے گاڑی کو بریک لگا کر آہستہ کرنے کے گاڑی کی رفتار بڑھادیں تو خود اور دوسرں کو زخمی کریں گے۔ غصہ میں مشتعل ہونے والوں کو بعد میں اپنی غلطی پہ معذرت خواہ ہونا پڑتا ہے۔

☆ بیوی سے اگر کبھی کوئی شکایت پیدا ہو تو کسی تیسرے فرد سے اس کا ذکر نہ کریں اور نہ ہی دل میں رکھیں، یاد رکھیں کہ عموماً کسی تیسرے بندے سے اپنے خاوند کے گلے شکوے سن کر بیوی سدھرنے کی بجائے مزید بگڑ سکتی ہے اور دل میں شکایات رکھنے سے خاوند میں غصہ جمع ہوتا رہتا ہے جو لاوے کی طرح پھٹ کر تباہیاں پھیلا سکتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہر ممکن جلد علیحدگی میں بیوی سے بات کی جائے۔

☆ عورتوں کو عموماً باتیں کرنا بہت پسند ہوتا ہے۔ تمام معاملات میں خواہ لوگوں کی چغلیوں سے اجتناب تو کرایا جائے مگر دیگر تعمیری موضوعات پہ بھرپور باتیں ضرور کی جایا کریں۔

☆ خاوند کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر معاملہ میں بیوی سے مشورہ کرے اور اُسکے تمام خدشات کو تحمل سے سن کر اُس کو اعتماد میں لینے کے بعد عملی قدم اٹھایا کرے۔

☆ خاوند اپنے والدین یا بہن بھائیوں سے بیوی کی شکایت سنے تو غصہ میں آکر فوری ردِعمل کبھی نہ دکھائے بلکہ بیوی کا نقطہ نظر پیار اور افہام و تفہیم کی فضا میں سمجھے اور اُسکے بعد مناسب ردِعمل دکھائے۔

☆ بعض صورتوں میں بیوی کی گھر میں خاص مصروفیات نہیں ہوتیں اور بوجہ فراغت کے وہ ڈیپریشن کا شکار ہو جاتی ہے۔ خاوند کو چاہیئے کہ وہ اس کا حل ڈھونڈے اور تعمیری اور مثبت مصروفیات میں بیوی کو لگائے اور اس پہ با قاعدہ نظر رکھے کیونکہ بصورتِ دیگر خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

☆ خاوند بیوی سے یہ توقع کبھی نہ کرے کہ وہ اسکے مزاج اور خوشی ناخوشی کو از خود جان کر اس کی خواہش کے مطابق کام کر دیا کرے گی، اُسے کھل کر بتانا اور واضح کرنا چاہیئے۔

☆ خاوند کو گھر رات دیر سے آنے سے ہر ممکن گریز کرنا چاہیئے، کبھی دیر ہو رہی ہو تو فون کر کے بتادے کہ دیر ہو سکتی ہے، ہر ممکن جلد آنے کی کوشش کروں گا۔

☆ خاوند کو چاہیئے کہ وہ روزانہ بیوی سے دن بھر کی مصروفیات کا حال پوچھ لیا کرے اور کوئی گلہ شکوہ ہو تو رفع کی کوشش کرے اور کل کی ضروریات کا پوچھ کر اُن کا اہتمام کر دیا کرے۔

☆ خاوند بیوی سے غصہ میں اونچی اور چیخنے والی آواز میں کبھی بات نہ کرے، یہ شیطانی حرکت ہے۔ مثل مشہور ہے زبان کا زخم تلوار کے زخم سے گہرا ہوتا ہے۔ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد تحمل سے نرم لہجہ میں بات کرنا مفید ہوگا۔

☆ بیوی کوئی فرمائش یا تقاضا کرے تو اُسے فوراً کبھی بھی رد نہ کریں ممکن ہو تو پورا کریں ورنہ پورا کرنے کی کوشش کرنے کا وعدہ کر دیں۔

☆ خاوند کوشش کرے کہ بیوی کو ساری زندگی وہی اُلفت اور اُنس دے جو شادی کے ابتدائی دنوں میں تھا اور اپنی مالی استطاعت کے مطابق ہر ممکن سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کرے۔

☆ خاوند کو چاہیئے کہ وہ خود فرض نمازوں، نوافل اور روزانہ تلاوتِ قرآنِ کریم کا پابند ہو اور بیوی کے بارہ میں بھی اس اہم بات کو یقینی بنائے۔

بیوی کی ذمہ داریاں

ایک شادی کی کامیابی یا ناکامی میں خاوند کے بعد ذمہ داری بیوی کی ہوتی ہے۔ اگر وہ خاوند سے تعاون نہ کرے، اُس کی طبیعت اور مزاج کو نہ سمجھے اور محض اپنی سوچ کے مطابق خاوند سے توقعات کرتی رہے تو ایسی صورت میں باوجود خاوند کی کوشش کے شادی کامیاب نہیں ہوسکتی۔

بیوی کیلئے چند راہ نما اُصول

☆ گھریلو معاملات میں خاوند کو مشورہ دینا تو اچھی بات ہے مگر حتمی فیصلہ خاوند پہ چھوڑنا چاہیئے اور اس کو شرح صدر سے قبول کرنا چاہیئے۔

☆ خاوند سے کبھی کوئی شکایت پیدا ہو تو بجائے اپنی والدہ یا کسی دوسرے فرد سے ذکر کرنے کے خاوند سے علیحدگی میں حکمت سے بات کرنی چاہیئے۔

☆ روزگار کمانا درحقیقت خاوند کا کام ہے بیوی کو گھر پہ توجہ دینی چاہیئے جو فی ذاتہٖ ایک بہت بڑا کام ہے۔ اگر کبھی مجبوراً بیوی کو ملازمت کرنا پڑے تو یہ لازماً عارضی ہونی چاہیئے اور ہر ممکن جلد چھوڑ کر گھر پہ توجہ دینی چاہیئے۔ ملازمت کرنے والی اکثر خواتین اپنے خاوند اور بعض صورتوں میں اپنے بچوں کیلئے عذاب کی کیفیت برپا کر دیا کرتی ہیں اور اُنکے گھر کو حقیقی معنوں میں گھر کہنا مشکل ہوتا ہے۔

☆ بیوی کو چاہیئے کہ وہ گھر کے جملہ بلوں کی ادائیگی اور گروسری وغیرہ کی خریداری کا ذمہ خود لے اور خاوند کو ان معاملات سے آزاد رکھنے کی کوشش کرے۔

☆ عورت کیلئے ناشکر گزاری سے اجتناب برتنا بہت ضروری ہے۔ زندگی میں باوجود مختلف سہولتوں اور آسائشوں کے کبھی کسی پہلو سے کمی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ایسے میں یہ کہہ دینا کہ یہ کیفیت گویا ہمیشہ سے ہے سراسر ظلم اور ناقدر شناسی ہے۔

☆ اپنے خاوند اور گھر کا کبھی بھی دوسروں سے موازنہ نہیں کرنا چاہیئے اور کسی کا سرخ چہرہ دیکھ کر اپنے منہ پہ تھپڑ مار کر سرخ کرنے والی حرکتوں سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

☆ خاوند اگر کبھی بچوں کی کسی غلطی پہ بے جا سختی کر بیٹھے تو مناسب ہے کہ کسی اور وقت میں بچوں سے علیحدہ ہو کر اس غلطی کی طرف توجہ دلائی جائے۔ بچوں کے سامنے ایسی بات کرنا غیر مناسب ہوتا ہے اور بچوں کی تربیت کے ضمن میں زہرِ قاتل ہے۔

☆ اخراجات کو اپنے خاوند کی آمد کے مطابق رکھنا چاہیئے اور ذاتی ضروریات کو فضول خرچی کی حدود میں نہیں جانے دینا چاہیئے بلکہ بچت کر کے اپنے خاوند کے رشتہ داروں، اپنے رشتہ داروں اور دیگر غربا کی مالی مدد خاوند کے مشورہ اور رضا مندی سے کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

☆ بیوی، بچوں اور گھر کو تو پوری توجہ دے مگر خاوند کی جملہ ضروریات اور خواہشوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ گھر کا سکون تباہ کرنے والی بات ہوگی۔

☆ خاوند کے والدین اور گھر والوں سے کبھی شکایت پیدا ہو تو اُن کا ذکر بہر حال احترام سے کرنا چاہیئے ورنہ شکایت کا رفع ہونا تو درکنار آگے سے جھڑکیاں سننا پڑ سکتی ہیں۔

☆ اگر خاوند سے کسی بات پہ اختلاف دور نہ ہو رہا ہو تو ایسی کیفیت میں خاوند کو اُسکی کمزوریوں اور اپنی خوبیوں کا گنوانا جلتی پہ تیل چھینکنے والی بات ہوگی۔

☆ خاوند اگر کبھی ملازمت سے کسی وجہ سے دیر سے آئے اور تھکا ہوا ہو تو کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے پہ بیوی کو چاہیئے کہ ہلکی پھلکی باتوں سے اسکی تھکاوٹ دُور کرنے کی کوشش کرے۔

☆ بیوی کو گاہے بگاہے اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ کیا میں اپنے خاوند کیلئے سکون و راحت کا باعث ہوں اور ہمیشہ خاوند کی رضا مندی کا خیال رکھتی ہوں یا اس پہلو سے اصلاح کی ضرورت ہے؟

☆ بیوی، بچوں کی کسی کمزوری کو خاوند سے کبھی نہ چھپائے، دونوں مصلحتاً مناسب سمجھیں تو بچوں کو اس بات کا علم نہ ہونے دیں۔

☆ بیوی، بچوں کو نہلا دھلا کر اور صاف ستھرے کپڑوں میں رکھا کرے، خود صاف اجلا لباس پہنا کرے اور گھر کو بھی ہر ممکن صاف شفاف رکھنے کی کوشش کیا کرے۔ اس کام میں کبھی ضرورت پڑے تو خاوند سے مدد لے لیا کرے۔

☆ بیوی کو خاوند کی کوئی عادت سخت ناپسند ہو تو علیحدگی میں حکمت کیساتھ نرم الفاظ میں بات کرے۔

☆ بیوی کو چاہیئے کہ روزمرّہ کھانا پکانے میں حتی الوسع خاوند سے رائے لے لی جایا کرے کہ آج آپ کی پسند کا کیا کھانا پکایا جائے وغیرہ۔

☆ بیوی کو چاہیئے کہ وہ خود فرض نمازوں، نوافل اور روزانہ تلاوتِ قرآنِ کریم کی پابند ہو اور خاوند اگر کبھی سُستی کرے تو دلی درد اور اصرار سے اُسے توجہ دلائے۔

ہدیہ تشکّر: مضمون نگار محترم بزرگوارم ڈاکٹر محمد ظفر اللہ صاحب اور برادرم ڈاکٹر ہارون اختر صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس مضمون میں مفید ترامیم اور اضافوں کے سلسلہ میں قیمتی مشوروں سے نوازا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزا فی الدنیا و فی الاخرۃ۔

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بابت وقف بعد از ریٹائرمنٹ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بابت وقف بعد از ریٹائرمنٹ فرماتے ہیں:

''پھر وقف بعد از ریٹائرمنٹ ہے۔ ان مغربی ممالک میں بھی جماعتی ضروریات بڑھ رہی ہیں اور یہاں کیونکہ حکومت کی طرف سے، اداروں کی طرف سے سہولتیں ملتی ہیں اس لئے جو احمدی ریٹائرمنٹ کے بعد یہ سہولیات لے رہے ہیں ان کو اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے پیش کرنا چاہیئے۔ جماعت سے مالی مطالبہ نہ ہو کیونکہ ان کی ضروریات تو ان سہولتوں سے جو وہ حکومت سے یا اداروں سے لے رہے ہیں یا پنشن وغیرہ سے جو رقم ملی ہے اس سے پوری ہو رہی ہیں۔ بعض لوگ تو ریٹائرمنٹ کے بعد دوبارہ کام تلاش کرتے ہیں کیونکہ بعض ایسی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن کو پورا کرنا ہوتا ہے بچے وغیرہ ابھی پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ تو بہرحال جن کی ذمہ داریاں ایسی نہیں ہیں اور اگر صحت اچھی ہے تو ان کو اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے رضاکارانہ طور پر پیش کرنا چاہیئے لیکن بعض دفعہ ذہنوں میں یہ بات آجاتی ہے کہ شاید ہم رضاکارانہ کام کر کے جماعت پر کوئی احسان کر رہے ہیں تو اگر اپنے آپ کو پیش کرنا ہو تو اس سوچ کے ساتھ آئیں کہ اگر ہم سے کوئی جماعتی خدمت لے لی جائے تو جماعت اور خدا تعالیٰ کا ہم پر احسان ہوگا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 نومبر 2006)